

اگست

۲۰۱۱ء

ماہنامہ حجة الاسلام بنام

ماہنامہ سنی آواز

جلد نمبر: ۲۵

شماره: ۸

چیف ایڈیٹر

مولانا سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

معاون ایڈیٹر

مولانا سید صفی حسینی رانچوری

ایڈیٹر

مولانا سید اشرف رضا حسینی رانچوری

بتعاون

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ، پراچنج رانچوری

ممبران ڈائریکٹرز

سید محمد مزین اللہ حسینی (عرف) سید طاہر اشرف

مجلس ادارت

- (۱) مفتی ناظر اشرف صاحب، ناگپور
- (۲) مولانا سید قمر علی، قادری، ناگپور
- (۳) مولانا فخر الدین احمد قادری، ناگپور
- (۴) حاجی بدیع الزماں بزدانی، ناگپور
- (۵) مولانا سر فراز احمد، برکاتی، ناگپور
- (۶) مولانا نجفی شریف خاں، ناگپور
- (۷) مولانا سید ابدال حسینی، کرنول، فاضل یمن
- (۸) مولانا فیض احمد صاحب، ساوتھ افریقہ
- (۹) سید محمد فیض اللہ حسینی، (عرف) انامی میں ناگپور
- (۱۰) مولانا موسیٰ رضا، ساوتھ افریقہ
- (۱۱) ڈاکٹر غلام سرسلین، ناگپور
- (۱۲) مولانا سید حسینی الدین قادری، ساوتھ افریقہ

Maulan Sayyed Mohammed Husaini Cheif Editor
MONTHLY "SUNNI AWAZ" Ganja khet nagpur-440 013.

Cell No. 9422146796. E-mail:-s.m.husaini786@gmail.com

قانونی چارہ دہی کی صورت میں صرف ناگپور کورٹ کا حق حاصل ہوگا۔

مولانا سید محمد حسینی، اشرفی مصباحی، چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز، محلہ گانچ کھیت، ناگپور۔ موبائل نمبر: ۹۳۳۲۱۴۷۹۶

رقم، پبلشر، رورائر، مولانا سید محمد حسینی، اشرفی مصباحی، نے ہمسہ رعیتنگ ریس، ناگپور، سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی آواز گانچ کھیت سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

☆☆

گل و برگ

☆☆

صفحہ	مقالہ نگار	مضامین	شمار
۱	مولانا سید محمد حسینی میاں	اداریہ	(۱)
۷	حضرت سید شاہ چندہ حسینی علیہ الرحمۃ	شفاء الصدور....	(۲)
۱۲	ڈاکٹر غلام مرسلین رضوی	فضائل شبِ برأت	(۳)
۱۷	مولانا سلطان اشرف	صحابہ کرام اور مسلک اعلیٰ حضرت	(۴)
۲۳	مولانا محمد طفیل	اصول حدیث میں امام احمد رضا	(۵)
۲۹	مولانا عبدالملک	مسلک اعلیٰ حضرت	(۶)

☆☆

دارالافتاء

☆☆

۳۶	حضور تاج الشریعہ اختر رضا خاں ازہری	اسلامی فی دی چینس دیکھنے پر...	(۱)
۳۹	مفتی ناصر اشرف	ایک اہم فتویٰ	(۲)
۴۴	مفتی محمد اعظم صاحب	اسلامی پروگرام دیکھانے والے	(۳)

☆☆

خبرنامہ

☆☆

۴۶	ادارہ	اتر دیو	(۱)
۴۹	کلیل احمد سبحانی	کعبہ کا امام دیوبند میں	(۲)
۵۲	کلیل احمد سبحانی	چور چائے شور	(۳)

گل و برگ

اداریہ

از:۔ چیف ایڈیٹر

کے تشیب و فرائض ایسے ہونے چاہئیں کہ دیکھنے کے بعد صحابہ کرام
اولیاء کرام بزرگان دین رضی اللہ عنہم یاد آئیں، یہ ان کی زندگی
کے آثار چڑھاؤ ہیں ان سے ان کے دل و دماغ کی اضطرابی
کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہ ابھی تک بلکہ اپنی پوری زندگی میں
مضطرب رہے ہیں ان کی پوری زندگی اضطراب و اتحاب کی
حامل رہی ہے۔ اب ان کی ناگہور یا تراپ مختصر رپورٹ ملاحظہ
کیجئے یہ بھی عجیب بات ہے کہ جلسہ و جلوس ہاشمی جی مہاراج کا اور
رپورٹنگ ہماری ان کے ناگہور میں دو مقامات پر سمجھائیں
ہوئیں ایک سبھا کا ایوجن محلہ حسن باغ میں کیا گیا تھا دوسری سبھا
کا ایوجن مولانا اعجاز چوک بمالدار پورہ میں کیا گیا تھا ان دونوں
مقامات پر ان کے بھاشن ہوئے پرانی ریت کے انوسار ان کی
ناگہور آگھتی پر ان کے شر و حالوں نے جس میں ناگہور کی
دعوت اسلامی بھی ہے ان کے اپنے بنائے ہوئے ریت کے
مطابق ان کا سواگت کیا وہی پرانا چٹکار وہی پرانی شو بھایا ترا کے
ساتھ کچھ نئے چٹکار بھی تھے پہلے بھاشن میں ہاشمی جی مہاراج
ساجوان لباس میں طبوس ہو کر بگت گرو جی مہاراج کے اعزاز میں
براجمان ہوئے۔ جب بھاشن کے لئے منچ پر آئے تو انھوں نے
وہی پرانے ڈائلاک وہی پرانے صورت کے خاص اتار چڑھاؤ
کے ساتھ بھاشن کی شروعات کی انھوں نے اپنے بھاشن میں وہی
پرانی راگ الاپی وہی پرانے گھسے پڑے رٹائے پرانے شبد
استعمال کیئے پورا بھاشن انھوں نے چولیس ۴۴ منٹ پر ساپت
کیا جس میں مہاراج نے ۱۲ منٹ تک باطنیں حضور

مورہ ۸/۷/۲۰۱۱ء کو سلطان احمد خواجہ
خواجگان حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس
پاک کے موقع پر شری غازی ہاشمی جی مہاراج کچھ چوٹی، ناگہور
میں امستھت ہوئے تھے میں نے سنا ہے کہ جس طیارے میں ہاشمی
جی مہاراج براجمان تھے، اس میں ایک صاحب بھی سفر کر رہے
تھے انہوں نے جب مہاراج کو طہین میں دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ
میں نے ان کو دیکھا تو یہی سمجھا کہ کوئی بابا رام دیونا پ کا سا دھو
مہاراج ہے سفر کر رہا ہے مہاراج کو انہوں نے ایئر پورٹ پر پہچانا
کہ یہ اور کوئی دیکھتی نہیں یہ شریمان ہاشمی جی مہاراج ہیں جو اپنے
آپ کو پتر بگت گرو جی مہاراج کہلاتے ہیں، انہوں نے خود کے
ساتھ اپنے عظیم والد حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بھی بدنام
کر دیا کیا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی ایسا
کردار تھا؟ محدث اعظم ہند کے اسٹیج پر کھلا ہوا مشرک تو بہت دور
کی بات ہے بلکہ سنی غیر متشرع انسان اسٹیج پر موجود نہیں رہتا تھا اتنا
پاک کردار حضرت محدث اعظم ہند کا تھا، و جو چہ جائیکہ، سادھوانا
لباس میں طبوس ہو کر پتر بگت گرو جی مہاراج کہلوانا صرف اپنے
خاندان اور اپنے با کردار عظیم والد ماجد کو بدنام کرنے کے علاوہ
کچھ نہیں ہے بیٹا تو باپ کا راز ہوتا ہے اسی قسم کا مفہوم حدیث میں
بھی آیا ہے آج کا نوجوان ان کا لباس دیکھ کر کیا خیال نہیں کرے گا
کہ ان کے والد بھی ایسے ہی رہے ہوں گے افسوس ہے ہاشمی کے
طرز زندگی پر اور اس وضع پر کہاں والد گرامی اور کہاں یہ مہاراج
”چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک“ وضع قطع رہن سہن زندگی

سے بھری ہوئی سنجیدہ تقریر تھی اور غازی صاحب کا بھاشن نہایت بھڑکاؤ زبان و ادب سے گرا ہوا تھا لب و لہجہ نہایت گرخت علاقے کی تحقیر و تذلیل سے بھرا ہوا بھاشن، تقریباً عرصات سال میں بڑے بڑے اجلاس ہوئے کسی میں بھی رضوی اشرفی اختلاف میں بات نہیں کی سمجھوں نے ردِ باطل اور سنیہ کے اتحاد پر گفتگو کی، اس دور میں ان سب سے اہم بات تو یہ رہی کہ تقریباً چار سال ہوئے کہ ناگپور میں وہابیوں و یوہندیوں کی طرف سے ایک زبردست زہر آلود جلسہ ہوا جس میں یوہندیوں کا مشہور مولوی طاہر گیلادی اور دیگر یوہندی مولوی آئے تھے انہوں نے ذاتِ اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے خلاف سخت حملہ کیا، طاہر گیلادی نے ہاشمی میاں کی ایک کتاب ”آؤ محمد ہو جائیں“ کا حوالہ دیکر مسلکِ اعلیٰ حضرت اور خود ہاشمی صاحب پر نہایت بھڑکے کر وہ انداز میں ناپاک حملہ کیا تو اس وقت کا سماں بڑا عجیب سماں تھا، کیا اشرفی کیا رضوی اور کیا برکاتی یا ابولطانی بہ حیثیت سنی سب محمد ہو گئے خود پرادران سلسلہ اشرفیہ نے مسجدِ غریب نواز مومن پورہ میں جوابی جلسہ کا اہتمام کیا جس میں ناگپور و اطراف کے بکثرت علماء و تشریف لائے جن میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عجیب اشرف صاحب اور حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالحمید صاحب اور میں خود بھی اس جلسہ میں شریک تھا طاہر گیلادی اور دیگر یوہندی علماء کے اعتراضات کے دہقانِ حتمن مسکت جوابات دیے، جو اعتراض مولوی طاہر گیلادی نے ہاشمی صاحب کی کتاب ”آؤ محمد ہو جائیں“ کو غلط سمجھ کر غلط انداز میں غلط حوالہ پیش کر کے گمراہیت پھیلانے کی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے خلاف ناروا حملہ کی کوشش کی اسکو بھی واضح کیا گیا جلسہ بہت شاندار اور کامیاب تھا، اس وقت جلسے میں اور جلسہ کے بعد رضوی، اشرفی، برکاتی، ابولطانی وغیرہ دیگر سلاسل کے سنیوں میں جو اتحاد تھا وہ قابلِ دید تھا ایسا ہی اتحاد ہاشمی جی کے اجلاس سے پہلے بھی باقی تھا، لیکن وہ اتحاد ہاشمی صاحب کی

مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں صاحب، قادری، برکاتی، ازہری، بریلوی، مدظلہ العالی اور دیگر علماء کرام کی شان میں تہنیکار جیسا کہ انکی عادت ہے، مہاراج کے بھاشن میں زیادہ تر لوگ ان کے ذلیلک سننے اور ان کی صورت کے اتار چڑھاؤ دیکھنے جاتے ہیں جب حضرت تاج الشریعہ پر تہنیکار شروع کیا تو لوگوں میں بے چینی شروع ہوئی، اس لیے کہ ۶۰ یا ۷۰ سال سے ناگپور میں اشرفی رضوی اختلاف پر کوئی خاصیت یا مخالفت باقی نہیں رہی، چنانچہ گزشتہ سال جشنِ چشتیہ میں سلسلہ اشرفیہ کے قابلِ احترام برادرانِ طریقت نے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عجیب اشرف صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم مہاراشٹر کو مدعو کیا تھا جلسہ میں آپ کی تقریر ہوئی، بہت عمدہ علمی تقریر ہوئی سمجھوں نے پسند کیا خاص طور پر گزشتہ فروری ۲۰۱۱ء میں دارالعلوم اعلیٰ حضرت، بھگنا، ناگپور کے سالانہ اجلاس میں خود حضرت تاج الشریعہ تشریف لائے تھے مجمع کا یہ عالم تھا کہ جیسے انسانی سمندر مومیں مار رہا ہے، آپ نے اس اجلاس میں تقریباً چالیس منٹ تقریر فرمائی بخاری شریف کی آخری حدیث پر گفتگو فرمائی نہایت متین و سنجیدہ علم و عرفان سے بھرپور خطاب فرمایا کسی پر علم و تحقیق نہیں فرمائی اور نہ کسی کی تحقیر و تذلیل کی، ماحول بڑا پرسکون تھا دور دور سے بھی کوئی اشارہ نہیں ہو رہا تھا کہ اشرفی سلسلہ کے مشائخ طریقت یا سلسلہ اشرفیہ کی تحقیر و تذلیل میں کٹائے یا اشارے میں فرما رہے ہیں، نہ انکی عادت کریمہ ہے پھر اسکے بعد ۲۴ جون ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم احمدیہ ناگپور کا میری ہی صدارت میں دستارِ فضیلت کا اجلاس ہوا دیگر علماء کرام کے ساتھ حضرت مولانا مفتی سید شاکر حسین صاحب مفتی تشریف لائے تھے نہایت پر مغز شاندار تقریر دی جن لوگوں نے مولانا سید شاکر حسین صاحب کی تقریر سنی ہے انہوں نے غازی ہاشمی جی مہاراج کی تقریر کے بعد یہی کہا کہ دونوں کی تقریروں میں بہت بڑا فرق ہے سید شاکر صاحب کی تقریر علم و معلومات

تقریر کے بعد باقی نہیں رہا، ہاشمی صاحب کی غیر سنجیدہ تقریر نے پھر ماحول کو گرما دیا آخر یہ کون مزاحمتی اور مغلوب انفرادی پہنچنے کی کیفیت ابھی تک باقی ہے۔ عمر کافی ہو چکی ہے آپ کی طبیعت میں اضطراب و انتحاب غیر سنجیدگی اور بچپن کی کیفیت ابھی تک نہیں گئی ہاشمی صاحب تم پر سوائے افسوس کے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ میں جب ان کے اس اضطرابی و غیر سنجیدہ جلسہ کے بعد صبح وار معلوم احمد یہ مانگ پور، میں آیا تو تھوڑے ہی دیر کے بعد لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا رات میں جو ہوا انہوں نے اپنے اپنے انداز میں سنانا شروع کیا میں نے ان سے کہا انھوں نے جو کہا کسی نے ریکارڈ کیا تو ایک صاحب نے اپنے موبائل سے محفوظ کی ہوئی تقریر سنائی میں نے قابل اعتراض جملوں کی نشاندہی کی ان سے کہا کہ مجھے ان کی تقریر کی سی ڈی تیار کر کے دی جائے اور اس میں سے قابل اعتراض جملے تحریر کر کے دیئے جائیں تقریر میں قابل اعتراض جملے بھرے ہوئے تھے میں نے استراخ اور بھرپور سنا۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی والے جملے اسپر تیرہ کے ساتھ دیکھئے ہاشمی صاحب کی زبان دانی اور علم و عرفان فہم و فراست پرستی کھول کر داد دیجئے نادار امثال جملے تحریر کیئے جارہے ہیں۔

”تم تو سنیوں کو نکالنے ہو جرم نہیں بتائیں گے سنیہ سے باہر ہے جرم تو بتاؤ محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا مرید سنیہ سے نکالا جائے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا مرید سنیہ سے نکالا جائے نہ بریلی کی سند پر بھروسہ نہ کچھوچھو کی سند پر بھروسہ ایسے بے سند مفتی کی سنتا کون ہے مفتی اعظم کا خلیفہ سنیہ سے باہر کیا جائے اعلیٰ حضرت کے گیت گانے والے کو جماعت سے نکال دیا جائے۔“ (تقریر کی سی ڈی سے نوٹ، مورخہ ۱۷ جون ۲۰۱۱ء محلہ حسن باغ، مانگ پور)

اسپر عرض ہے کہ جہاں سنیوں کو نکالنے والا خود سنیہ سے نکل جاتا ہے۔ جس کا جیسا جرم ہوگا حکم بھی ویسا ہی ہوگا۔ حکم شرع بیان کرنے والے کو سنیہ سے نکالنے والا یا مذہب اسلام

سے خارج ہونے والے پر حکم شرع بیان کرنے کو، سنیہ سے نکالنے والا یا اسلام سے نکالنے والا کہنا یا اس عالم دین و مفتی دین متین کی توہین ہے عالم دین کی توہین اسکو کفر تک پہنچا سکتی ہے اس عالم دین نے جو حکم شرع بیان کیا ہے یہ دیکھ کر بیان نہیں کیا کہ یہ کس کا مرید ہے یا کس کا خلیفہ ہے کس کا اسی ہے یا کس کا بندہ ہے، اس عالم دین و مفتی شرع متین کے سامنے اسکے اقوال طوطا نظر تھے بشریت مطہرہ کی روشنی میں اسکے اقوال پر کونسا حکم شرع عائد ہوتا ہے صرف وہ اسکو طوطا رکھتا ہے، آیا اس پر حکم نق ہوگا یا گمراہیت کا حکم ہوگا یا کفر و ارتداد کا جسکا جیسا قول ہوگا شرعی تحقیق و تدقیق کے بعد دیا حکم اسپر ہوگا شرعی بیان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا وہ بدترین مجرم ہے اگر وہ عالم دین ہے اسکی طبیعت میں اضطراب و انتحاب نہیں ہے اور چدارہ دہم علم و دہم خاندان جیسی رؤیل اوصاف کا حامل نہیں ہے وہ خود اپنے اوپر حکم بیان کر لے اب اسی بات پر بات نہیں رکے گی پانچوں اکابر مرتدین، مرزا قادیانی سمیت چار اکابر دیوبند، جیسے مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد کنگوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی غلیل احمد بیہی پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصنیف المسند المستند میں جو کفر و ارتداد کا حکم شرعی بیان کیا ہے جسکی تصدیق دو تیس علماء عرب و عجم نے کی ہے وہ تصدیق اور حکم شرع ”حسام الحرمین“ اور ”الصوامر المصدیہ“ میں موجود ہے وہابی علماء اسی کا التزام اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور آپ کے کئی مہارک کی تصدیق کرنے والے علماء عجم پر لگاتے ہیں اسپر انکا کیا جواب ہوگا؟ بڑے حرسے کی بات تو یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے اپنے حقیقی پیچھے مولانا سید جیلانی میاں کو اسلام سے خارج کر دیا اور ان پر شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں صاحب نے فوراً دالے مسئلہ پر ان کی تنظیم کے اصول و ضوابط اور جیلانی میاں صاحب کے اقوال اور تقریرات پر انھوں نے جو تحقیق کی اسکے تحت ان کو خارج اسلام قرار دیا جسکی تائید ہاشمی صاحب نے

سی ڈی سے فوت کردہ جیلے مورخہ ۷۷۷ھ (جوں)۔

ہاشمی جب آپ نے مکان بنایا تھا یعنی جب اپنے بچے سید جیلانی میاں پر حکم کفر لگا تھا تو آپ نے بھی شاید دو دروازے بنائے تھے ایک دروازے سے جیلانی میاں پر حکم کفر لگا کر باہر کر دیا اور دوسرا دروازہ کھلا رکھا ہوگا کہ جیلانی میاں کو داخل کر لیا ہوگا، ہاشمی صاحب ہوش کے ناخن لو آپ کیا کہتا چاہتے ہیں جس دروازے سے حکم گمراہیت یا حکم کفر لگا، اسکو اسلام کی شاندار محکم عمارت سے نکال دیا جاتا دوسرا دروازہ کھولا رکھتا کہ جن جن پر حکم لگا ہے وہ دوسرے دروازے سے داخل ہو جائیں، اسلام کا صرف ایک ہی دروازہ ہے، جس پر حکم گمراہیت اور حکم کفر عائد نہیں کیا گیا وہ اسی محکم عمارت میں محفوظ رہے گا نہ اس کو اس شاندار عمارت سے نکالا جاتا ہے اور نہ کسی گمراہ یا مرتد کو دوسرے دروازے سے داخل کیا جاتا ہے یہ سارے جیلے آپ کی کم طبعی اور فہم و فراست سے دور ہو جانے پر دلالت کر رہے ہیں۔

بکربا ہوں جنوں میں کیا کیا، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ آگے دیکھئے۔۔۔

”اندولانے کا دروازہ کیسے بناتا ہے یہ غریب نواز سے پوچھو یا تاج الاولیاء سے پوچھو یہ مخدوم سنائی سے پوچھو یہ مہارشلوں سے پوچھو آئے تھے اکیلے اور لگ گئے ورپے میلے وہ لگائے میلے اور یہ دھکیلے جب غلیظہ مفتی اعظم مولانا ظہیر الدین خاں سنی نہیں ہے مولانا الیاس قادری سنی نہیں ہے ہاشمی مدنی سنی نہیں ہے تم کا ہے کہ سنی ہو جو امام احمد رضا کی فکر کو چالے وہ سنی نہیں ہے جو ان کے نظریے کی اشاعت پوری دنیا میں کریں وہ سنی نہیں ہے تو صاف صاف بول جو تم کو بجا وہ سنی نہیں ہے جو کچھ ہے وہ بول اعلیٰ حضرت کو سب مانتے ہیں چھوٹ مت بول پوچھو کسی بھی سنی سے اعلیٰ حضرت اعظم البرکت پر اس کے ماں باپ قربان ارے میں سید ہوں میں سید ہوں آل رسول ہوں مگر احمد

کی، اسپر علامہ مدنی میاں صاحب کی طرف سے یہی کیا جائے گا کہ وہ اپنی دشمنی و دشواری کے تحت خوب تحقیق کرنے کے بعد جو حکم تھا اسکو بیان کیا گیا اگر کوئی جیلانی میاں صاحب کی طرف سے یعنی جیلے دہرائے اور لکھے جو ہاشمی میاں صاحب نے ۷۷۷ھ ۲۰۱۱ء کو محلہ حسن باغ کے جلسہ میں کہے تھے، اسپر جو جواب ہاشمی صاحب کی طرف سے ہوگا ہماری طرف سے یعنی ان علماء کرام کی جانب سے ۱۹۹۲ء کے کم و صما کوں کے علماء کونسل کے نام سے جو عظیم بنائی گئی جس میں سنی، وہابی، دیوبندی، برافضی، بوہرے، خوہے وغیرہ ان کے علماء شامل تھے اسپر علماء کرام سے بالخصوص تاج الشریعہ علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں قادری، برکاتی، ازہری، ربیلوی مدظلہ العالی اور استاذ العلماء مفتی غلام محمد خاں صاحب، اور دیگر علماء کرام سے حکم شرع پوچھا گیا ان علماء کرام نے اپنے طور پر دینی و دشمنی و دشواری سے خوب تحقیق و تدقیق کرنے کے بعد جو حکم شرع ہو سکا تھا بیان کر دیا اسی حکم شرع کی توہین ہاشمی صاحب نے کی اور اپنی کم طبعی، چند روزہ سیادت فخر و غرور اور علماء کی تحقیر و تذلیل کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اس سے ان کے کم علمی و کم فہمی کے علاوہ کچھ نہیں۔ معتقدین تو خوش ہو سکتے ہیں صاحبان علم و فہم و فراست ہاشمی صاحب پر سوائے انفس کے کچھ کر نہیں کر سکتے مٹنی کی علماء کونسل پر کیا حکم شرع بیان کیا گیا اور کیوں کیا گیا اسکی قدرے تفصیل اسی رسالے میں میرے بیان کردہ اغویو میں ملاحظہ کیجئے ویسے ہاشمی صاحب کی تلون مزاجی اور مظلوب النفسی میں زندگی کے مختلف اوقات میں کہے ہوئے جملوں پر میرا تبصرہ میری آنے والی کتاب ”ہاشمی میاں بولتے ہیں سمجھتے نہیں“ میں دیکھئے۔ اب ان کی تقریر سے ان کے نادرا لاشمال جیلے ملاحظہ کیجئے۔

”ارے بھیا مکان بناؤ تو دونوں طرف دروازہ بناؤ جو غلطی کرے اسے باہر جو غلطی سے باہر ہے مکان کے اندر لو ارے نکالنے والا دروازہ بنایا اور لانے والا دروازہ بند (تقریر کی

رضا کی امامت پر مجھے ناز ہے۔

غازی ہاشمی جی مہاراج نے بزرگان دین پر ناپاک حملہ کیا ہے کہ ان بزرگوں نے گمراہوں و مرتدوں اور کافروں کو اسلام کی شاندار عمارت میں داخل کر لیا لاجل و لا قوت الا باللہ العلیٰ العظیم، سلطان احمد حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے یہی کام کیا کہ تقریباً ۹۰ لاکھ غیر مسلموں کو کلہ پڑھا کر مسلمان کیا پھر ان کو اسلام کی شاندار عمارت میں داخل کر لیا جب یہ داخل ہو گئے ان کو وہاں سے نکالنے کا سوال ہی نہیں۔ ہاشمی صاحب نے یہاں بھی اپنی کم علمی کا اور فہم فراست سے دور ہونے کا ثبوت پیش کیا، غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے ان کو دور رکھا تھا جب سچے پال جوگی پر غریب نواز کے اتنے جوتے پڑے کہ گھبراہٹ اور پریشانی میں غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ میں آ گیا یعنی حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو مسلمان بنا کر اسلام کی شاندار عمارت میں پناہ دی اب وہ سچے پال جوگی نہیں رہا ایک مسلمان عبد اللہ بن گیا، ہاشمی صاحب یہی کیفیت تمام بزرگوں کی رہی ہے پہلے انھوں نے مسلمان کیا پھر اسلام کی عظیم الشان عمارت میں داخل کر لیا، اب جو کوئی گمراہیت یا کفر کا مرتکب ہوگا اسکو پھر اسلام کی شاندار عمارت سے باہر کر دیا جائے گا اب اسکو ہاشمی میاں کے بقول دوسرے دروازے سے داخل نہیں کیا جائے گا اب وہ باہری رہے گا۔ ہاشمی صاحب کے مذکورہ جملوں سے صلح کلیت کی بواقی ہے صلح کلی بھی اس قسم کے جملے کہا کرتے ہیں بزرگوں کے نام پر درواری کا دم بھرتے ہیں شاید اسی لئے ہاشمی صاحب نے اپنے ساتھ غیر مسلم سادھوؤں کو ساتھ رکھا ہے اور خود بھی سادھوانہ لباس پہن رکھا ہے۔

ہاشمی صاحب اسلام اور کفر کے درمیان وہی رشتہ ہے جو آگ اور پانی میں ہے یہ دونوں کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے یعنی اسکے دو دروازے قائم نہیں ہو سکتے ایک دروازے سے

نکالا دوسرے دروازے سے داخل کر لیا قرآن عظیم کا ارشاد ہے ”إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ“ یعنی اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے یعنی صرف ایک ہی دروازہ اسلام کا ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے (یعنی دوسرا دروازہ) وہ ہارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں، یہاں اسلام سے وہ اسلام نہیں جو دنیا میں، برطحد و صلح کلی و عوے سے کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے یعنی اسکا اور کوئی دین نہیں بلکہ وہ صرف اسلام ہے جس پر وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، مجددین، فقہاء و محدثین کل اولیاء کا ملین و علماء دین، جسیر گامزن رہے ہیں، انھوں نے کبھی غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد و اتفاق قائم نہیں کیا۔ اور نہ گمراہوں بدویوں سے و داد و محبت قائم کی اور نہ دین میں مداخلت برداشت کی بلکہ ان سے جہاد فرمایا اسلام کے سوا جتنے ادیان و مذہب ہیں وہ سب کے سب باطل اور ان کا ماننے والا کافر اور دائمی عذاب جہنم کا مستحق اور کے ساتھ موانست و موافقت رکھنے والا اور ان سے مداخلت کرنے والا ابھی مستحق غضب جبار و مستوجب عذاب نار ہے چہ جائیکہ کہ دوسرے دروازے کو کھلا رکھنے کی بکواس کرنا یہ سراسر اسلامی احکام کو فسخ کرنا ہے۔ قرآن مجید نے تو غیر مسلموں کے ساتھ جہاد اور سختی کرنے کا حکم دیا ہے، جسکا ترجمہ یہ ہے۔ ”اے نبی آپ کفار و منافقین کے ساتھ (یعنی جن پر حکم کفر و حکم گمراہیت عائد کیا گیا) ان سے جہاد اور سختی کیجئے۔“ ارشاد خداوندی ہے ”فَلَا تَقْعُدُوا عَنْ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ“ یعنی اللہ کا حکم یاد آ جائے تو اس کے بعد قوم ظالمین کے پاس نہ بیٹھو۔ اس آیت میں قوم ظالمین فرمایا گیا ہے اس سے ہر غیر مسلم مراد ہے اور عمومی طور پر یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو ان سے کسی بھی قسم کی درواری اور بھائی چارگی کو جائز رکھے، یہاں ہاشمی جی مہاراج کا تو یہ عالم ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھائی چارگی کو قائم رکھنے کے لئے خود سادھوؤں کے

کے خلاف یہ کتنی اذیت ناک حرکت ہے۔ کیا ان کے والد حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی طرز عمل ایسا ہی تھا؟ نہیں بزرگ نہیں بلکہ حضرت محدث اعظم ہند غیر مسلم ساوہوں کو تو کیا اپنے ساتھ رکھتے بلکہ ان کے شیخ پر غیر متضرع سی بیٹھتا نہیں، کہا محدث اعظم ہند اور کہاں یہ ہاشمی جی مہاراج، ان کا یہ طرز عمل خالص صلح کنی و امن کی پیداوار ہے جسکی وہاں آج ہر طرف چھائی ہوئی ہے اس کے خلاف امام المسند مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے نوک قلم سے ایسے لوگوں کے مکائد کو بے نقاب کیا، ہاشمی صاحب کا بزرگان دین کے بارے میں یہ کہنا کس۔۔۔

”یہ لگائیں میلے اور یہ ڈھکیلیں“ یہ بھی صلح کیا نہ بکواس ہے کیا غیر مسلم خوش ہو کر بزرگانے وین کی تاریخ اور حقائق کو جھٹلائیں گے، سب سے پہلے بزرگان وین نے غیر مسلموں سے جہاد فرما کر انھیں اتنا خائف و پریشان کر دیا اور بہتوں کو توفی النار کر دیا۔ عرض کہ آج بھی کفار ان سے لرزہ بر اندام ہیں، جیسا کہ ایک ہندو شاعر اور رام نے اسکا اعتراف کیا ہے۔

قوت اسلام کا لڑکس کا فرو ہے
وہ اسلام کا ڈر اب تک اعلیٰ شرف ہے
بزرگان وین کا خوف پہلے سے اب تک اس قدر
غالب ہے کہ وہ اسی اپنے پرانے خوف و ہشت کی وجہ سے آج
بزرگان دین کے حضرات پر نظر آتے ہیں۔ ☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

لباس میں ملیں ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ چشتی رنگ ہے انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ قاری سلسلے میں بزرگ کیوں آیا ہے اور چشتی سلسلے کے بزرگوں نے بھگوان نہیں کا ہو رنگ کیوں اختیار کیا اگر علم ہوتا تو چشتی سلسلے کے بزرگوں کے اختیار کروہ کا ہو کھر کے پروے میں ساوہوں کا کھر بھگوان رنگ اختیار نہ کرتے چہ جائیکہ غیر مسلم ساوہوں کو ساتھ میں رکھنا اور اپنے عقیدت مندوں سے ان کی تعظیم کروانا اور خوبھی ان کی تعظیم میں لگے رہتا یہ کس قدر اسلام اور مسلموں کو ذلیل کرنے کی ناپاک حرکت ہے قاری سلسلے اور چشتی سلسلے میں واد لگ الگ رنگوں کی کیفیت پر ہم آگے اسکا ذکر کریں گے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ وہ خود بھی تلاش کریں مجھے معلوم ہے یہ ان کی بس کی بات نہیں ہے۔ روادری کے سلسلے میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو راز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے انکار سے روادری کا فہمہ پیدا ہوتا ہے اے سنی تو اس روادری سے ایمان کے دائرے سے نکل کر کفر کے دائرے میں داخل ہوگا (آداب المریدین بحوالہ تقی کتب بات سیدی و والدی مرشدی علیہ الرحمہ) قرآن مجید کو کفار و مشرکین کے ساتھ جھٹنے سے بھی منہ کرے بلکہ ان سے جہاد اور سختی کا حکم دے، اب ہاشمی صاحب کا ساوہانہ رنگ میں رنگ جانا اور غیر مسلموں کے ساوہوں کو ساتھ رکھکر ان کی خود تعظیم کرنا اور عقیدت مندوں سے ان کی تعظیم کروانا اسلام

حضرت چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز ناگپور کی آنے والی معرکہ الآراء تصنیف

”ہاشمی بولتے ہیں سمجھتے نہیں“

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی ضرور مطالعہ کریں (ادارہ)۔

شفاء الصدور فی احکام النذور

ترجمہ

رسالہ نذرو بزرگاں

مولانا: حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی، علیہ الرحمہ، حضرت شیخ المشائخ اوسید چندا جتئی صوفی اشرفی علیہ الرحمہ، سجادہ نشین ۱۵۰ حضرت قلب داغور

نذور بزرگان دین پر حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی فارسی قبارک تصنیف جسے شیخ المشائخ علیہ الرحمہ نے اردو ترجمہ فرما کر مشائخ اہلسنت پر احسان فرمایا، سنی آواز نا گپور سے بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

۷۸۶/۹۲

ہے (وجہ اول) وہ ایک خالص خدائے تعالیٰ ہی کے لئے اور یہ مصرف محض ہیں گویا کہتا ہے کہ یا الٰہی میری وہ مراد حاصل ہو جائے تو میری نذر اس سال کے خدام کو پہنچا لو گا۔ (وجہ دوم) وہ کہ انہیں شفیق بنانا ہے گویا کہتا ہے یا حضرت جناب الٰہی میں اس مشکل کیلئے دعا کیجئے اگر یہ مراد حاصل ہو جائے تو آپ کی طرف سے اس قدر طعام یا نقد پہنچاؤں گا تا کہ اس کا عائد ثواب تمہیں حاصل ہو یہ صورت جائز ہے اس لئے کہ جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرمائی جب تک زندہ رہیں میری طرف سے قربانی کرتے رہیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کنواں تیار کرو اور کہو کہ اس کا ثواب ام سعد کے لئے ہے (وجہ سوم) وہ کہ اس بزرگ کو جناب الٰہی میں وسیلہ بنانا ہے اور کہتا ہے کہ الٰہی غلام بزرگ کی برکت اور اپنی مہربانی اور عنایت سے جو ان پر تیری ہیں جنہوں نے حیرتی رضا جوئی میں اپنی عمر بسر کی ہے اگر میری مشکل آسان فرما دے تو اس قدر مال تیرے لئے دیتا ہوں اور اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچاتا ہوں تا کہ اس بزرگ

رب العزہ کی حمد و شکر اور خاتم النبوت اور ان کے متوسلین از اہل بیت و اہل صحبت پر درود و سلام کے بعد بندہ مسکین محمد رفیع الدین اللہ تعالیٰ اسے سلف صالحین سے ملحق کرے کہتا ہے کہ یہ چند کلمے نذر کے باب میں چند مسئلوں پر مشتمل ہیں جو اولیاء کرام کے مزارات پر لاتے ہیں۔ (مسئلہ اول) وہ کہ نذر کا لفظ جو وہاں مستعمل ہوتا ہے شرعی معنی پر نہیں ہے جو بعض عبادات مقصودہ سے تقرب الی اللہ کے طریقے پر کسی غیر واجب کا ایجاب ہے بلکہ عرفی معنی پر ہی کیونکہ عرف وہ ہے کہ جو کچھ بزرگوں کے حضور میں بجا تے ہیں اسے نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ہاں نذر شرعی کبھی اس کی قسم سے بھی ہوتی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تحقیق اولیاء کرام کے لئے ہے تو حرام ہے جیسا کہ لا نذرو لغير الله - غیر اللہ کے لئے نذر نہیں ہے آیا ہے اور نیز کسی سے قصائے (حاجت) استطاعت چاہنا اور نفع و ضرر کا مالک اعتقاد کرنا صورتاً شرک اکبر میں سے ایک قسم ہے اور جو نذر نیت و حقیقت میں ایسی نہیں ہے وہ ان تین وجوہ سے کسی ایک وجہ سے درست

کیا سمجھ سکیں اور احسان کرنے تو خوش ہو چکی ہے مذہب فحش کہ انسان اپنا ثواب جسکو چاہے پہنچائے جائز ہے۔

(مسئلہ دوم) اولیاء کے نام پر دینا۔ کسی پر غلو و مرمت زمین و روشنی و مصروف خدام و خدمت انبیاء اور مجلس کے انتظام کے لئے مقرر کریں اس قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ مصارف مذکورہ کے لئے وقف ہے اس لئے کہ اس کی اصل اہل استحقاق کے تصرف سے مجبوس ہے اور اس کا منافع ان کے لئے معروف اس کے باوجود حقیقی وقف نہیں ہے کیوں کہ جو کچھ..... اصل مجبوس ہے اس رقبہ کی ملک واقف کے لئے نہیں ہے بلکہ صورت و احکام میں شبہیہ یوقف ہے مصارف کے فقدان کی صورت میں واقف کی طرف رافع ہوگا یا بیت المال کی طرف۔ مگر وہ چیز جو کہ غلو اور زرقہ امر و حکام انہیں مصارف کے لئے مقرر کرتے ہیں اور زمینداروں جو کچھ للہ مقرر کرتے ہیں جسے رسولی کہتے ہیں اس صورت میں وہ شخص جو پہنچاتا ہے ان مصارف میں خرچ کرنے لیئے وکیل ہے اور وہ مال صدقہ ہوگا یا صرف کرنے کے زمانے تک واہب کی ملک اس کے مصارف وہی وقف کے مصارف ہیں پس اس کام کیلئے وقف کا متولی لازم ہے اس متولی کو امانت و کفایت واجب ہے اور اس متولی کو مقرر کرنا یا تو میت کی طرف سے ہوگا جو اپنی حیات میں کسی کو مقرر کرے جو اس کا وصی ہو یا اس کا تقرر میت کے خلفاء اور اس کے اصحاب طریق اور اقارب خاندانی کے اہل حل و عقد کی جانب سے ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ان کفتم فی سفر فام والاحد کم۔ یا وہ یہ کام اس خاندان میں ایک شخص ہی پر رہا ہوخواہ وہ کام اس شخص سے قربت صورتی کی وجہ سے متعلق ہو یا خلافت معنوی کے تعلق سے پس لوگ ضرور نا اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کام اس کے حوالے کرتے ہیں خواہ اس کا تقرر حکم سلطانی ہی سے ہو پہلی صورت میں اس شخص کو صاحب سجادہ کہہ سکتے ہیں (یعنی اس شخص

کو جو اپنی خاندانی خلافت رکھتا ہے) دوسری صورت میں وہ شخص متولی محض ہوگا (یعنی وہ شخص متولی کہلائے گا جسے اس بزرگ سے خاندانی خلافت نہ ہو اور ہاشمین نہ ہو)۔ قسم دیکر وہ کہ حاکم یا زمیندار میت سے صلہ و نسبی اور اس کی خوشنودی کی نیت سے کسی کو خاص طور پر عطا کرے یا سالانہ و فصلانہ اس کے نام مقرر کرے یہ قسم جائز ہے اس پر عمل کرتے ہوئے کہ جناب نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلوں کے پاس طعام وغلہ بھیجا کرتے تھے اور یہ ہدیہ اور ہبہ محض ہے کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہیں ہے اور وہاں کوئی ثواب اور عبادت نہیں ہے بلکہ احباب پر نیکی اور احسان ہے جو شریعت میں جائز اور مسلم ہے اس قسم کا حکم فحش کے لیئے ہدیہ اور حتمک ہے اور فقیر کے لئے صدقہ۔ قبضہ کے بعد موصوبہ نہ کی ملک ہو جاتا ہے رقبہ اور متولین میں سے کسی کی اس میں شرکت نہیں ہے اس قسم کی اراضی..... اس اراضی کا حکم رکھتی ہے جو عطائے سلطانی ہے اگر وہاں تملیک رقبہ کیا ہے تو اس کے ورثہ میں فرائض کا حکم جاری ہوگا اگر وہاں نے تملیک نہیں کی ہے تو تقسیم کا قانون مقرر کر کے عوامی کا حکم کیا ہے تو اس پر عمل کریں اگر معین نہیں کیا ہے مورث نے اسکی تقسیم معین کی ہے اس تو پر عمل کریں یا فرائض کے موافق تقسیم کریں جو حکم خداوندی کے مطابق ہوگی اس صورت میں جب کہ صاحب عطا نے اس کی شرح نہ کی ہو۔ اس کی تقسیم اپنی جانب نہ رکھی ہو یہ حکم جاری ہو سکتا ہے ورنہ سابقہ قسم میں اس کا حکم رہے گا (قسم سوم) وہ کہ لوگ اولیاء کے مزار کے پاس (کوئی چیز) رکھ کر جاتے ہیں اور کسی کا تعین نہیں کرتے ان کے ارادے کے موافق ان کے متولین میں سے کوئی لیتا ہے یا وہ آہیں میں تقسیم کر لیتے ہیں (متولین کے نہ ہونے کی صورت میں) کوئی اجنبی لے لیتا ہے اس کا.... حکم سبیل کے پانی کی طرح جو چاہے پی لے یا مسجد

امین کی رائے پر اور یہ تقسیم کے۔ فی کے طریق پر ہوگی جو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے یا حاجت و مصارف کے طریق پر ہوگی جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے اس تیسری وجہ میں جو کچھ مزار کی تعمیر وغیرہ کے لیے بھیجا جائے وہ متعین جو اگر کوئی صاحب توفیق مزار پر عمارت بناوے اور اپنی تصرف سے ملحد و کر کے وہاں کے خدام کی تصرف میں دیدیے ٹھکرت و ریخت اور کھجی کی مرمت کے بعد اس کا حکم وہی ہے کہ اس کی رقم..... اس مکان کی مرمت اور اس کے..... مصارف میں خرچ کریں اور جو رقم مصارف کے بعد بچ جائے حاجت کے وقت کے لیے لکھنا محفوظ رکھیں اگر خدام کی حاجت غالب ہو تو مرمت سے استغنا کی صورت میں ان میں تقسیم کرویں۔

مسئلہ سوم۔ اس غدار کا مستحق کون ہے ظاہر ہے میت کی کوئی ملک نہیں ہے پس اس میں میراث کے احکام حجب حراب و حجب نقصان کو مرئی رکھنا بھی معتد رہے اور باطل بلکہ مواہب کے لفظ میں دیکھنا چاہئے اگر اولاد کا نام ہے تو اولاد موجودہ میں تقسیم کریں اگر خدام کا نام ہے تو ان میں تقسیم کریں اگر کسی کے نام سے خاص نہیں ہے تو وہاں کے خدام خواہ اولاد وہوں یا اجانب اگر جماعت کے تعین سے معتبر ہو تو اگر مواہب ہوگا۔

مسئلہ چہارم۔ وہ کہ یہ جو رسم ہے کہ بعض حصہ دار اپنے حصے کو اسامی کے اسم سے مہر ہوتا ہے کسی کو بیع کر دیتے ہیں یا گروہ کہتے ہیں یا ہبہ کر دیتے ہیں یہ عقد شرع کے قاعدے سے باطل ہے اول وہ کہ مال موجود نہیں اور معلوم القدر بھی نہیں ہے پس وہ عوض اور بلا عوض کے تسلیم کے قابل نہیں ہے اگر ایسا عقد جہالت سے واقع ہو جائے تو وہ ہرز جو بائع لیا ہے اس کے اسم سے ادا کریں اور اگر مر گیا ہے..... اور اس کا دوسرا مال ہو تو اس مال سے ادا کریں ورنہ اس کی میانیت مشتری کے مال سے اس

کے خوشوں کی طرح ہی جو چاہے کھالے جو لکھتے ہیں تحلیل اور اباحت کی قبیل سے چیز ہے۔ دوسرے قسم وہ کہ کوئی شخص فتنہ کے طور پر جیسا کہ مسئلہ اول میں..... گزرا کوئی چیز خدام کے نام مقرر کرتا ہے اور ادا کے وقت وہاں پہنچاتا ہے۔ دوسرا وہ کہ کوئی چیز غلے میں ڈالتا ہے جیسا کہ خدام مزار تقسیم کے لئے جمع کرتے ہیں اس قسم کا حکم وہ ہے کہ وہ اصل میں کسی کی ملک نہیں ہے لیکن اس موقع جمع کو فتوح لکھے ہیں اور وہ سب خدمت میں مساوی ہیں اور قاسم کو خیانت اور حق تلفی سے مہتمم کرتے ہیں اور اس کا چھپانا ان میں آپس میں منازعت اور قاسم کو خیانت اور حق تلفی سے مہتمم کرتے ہیں اور اس کا چھپانا ان میں آپس میں منازعت اور خصامت کا سبب بنتا ہے انصاف کی رعایت اور خصومت کے اندفاع کیلئے تقسیم میں ایک اصطلاحی قاعدہ مقرر کرتے ہیں اس صورت معتبر اور معمول بہ ہوگی اور یہ قسم غنائم کی تقسیم کے قبیل سے ہے اور نہ مورثہ کی تقسیم کے قبیل سے اگر اس میں یہ قسم غنائم کی تقسیم کے قبیل سے ہے اور نہ مورثہ کی تقسیم کے قبیل سے اگر اس میں یہ شبہ و امن گیر ہو کہ یہ بذر ہبہ مشاع کے قبیل سے ہو جاتی ہے یہ سمجھنا چاہئے کہ ہبہ مشاع عقلی منظورات شرعی منوعات سے نہیں ہے کہ اس نوع سے عقلی اولہ کے مخالف ہو..... اور قاضی کا حکم اس سے رو ہوا جائے بلکہ..... صاحبین اور عام شافعیین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے جواز کا حکم کیئے ہیں اگر ضرورت کی بنا پر تجویز کریں اور اس کے مجوز کے قول پر عمل کریں تو فقاہت سے ورنہ ہوگا اگر اباحت اور تحلیل پر محمول کریں تو بھی اس سے ورنہ ہوگا۔ دوسری قسم وہ کہ بعض اغنیاء کچھ رقم کسی امین کے پاس بھیجتے ہیں کہ وہ فلاں مزار کے خدام میں تقسیم کرے اس صورت میں وہ شخص واہب کی طرف سے لینے میں وکیل ہے ہر ایک کے خاص حق کی تقسیم کے بعد یکدم ہبہ مبلغ رسول اور اس کا اقتباس تمام ہو جاتا ہے اس کی تقسیم مالک کی اجازت پر کرنا چاہئیں یا وکیل

کے ادا ہونے تک تاخیر اور آہستگی سے کریں اس کے بعد مذکورہ وجود پر ان میں..... تقسیم کریں۔

مولف رسالہ مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ (کسی بزرگ کی نذر کی مستحق اولاد وہ ہے یہ نہ تو اہل خاندان جن سے اس بزرگ کی ورگہ کی خدمت متعلق ہے یہ بھی نہیں تو خدام مستحق ہیں ۱۲ ان وجہ بدرجہ مستحقین کی موجودگی کسی دوسرے کو اس کا حق نہیں پہنچتا۔ ۱۲ (بیاض الوصایا) ۸۷ میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگ جانوروں کو کھل گائے مینڈھا مرغ وغیرہ کے بزرگوں کے مزارات پر جو بطریق نذر کے لاتے بھی اور مطلق ذبح کی قید نہیں لگاتے نفقہ و اور شیرینی کی طرح نیاز پیش کر کے جاتے ہیں اس ورگہ کے خدشکار ہیں اگر چاہیں تو ذبح کریں اور اگر چاہیں تو بیع وین اس قسم کی نذر بھی کوئی قباح نہیں رکھتی۔ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں ایک قسم نذر اولیاء کی ان کے ساتھ احسان اور تبرع کی نیت سے ہے یقین ہے کہ اللہ کے محبوبوں کے ساتھ احسان رضائے الٰہی کا سبب ہے امید ہے کہ اولیاء کرام مقام مکافاۃ میں اسی سے بڑھ کر عطا کرتے ہیں (یہ ہے اولیاء کرام کا اختیار اور ان کا جو و احسان جسے دلی بندہ اور وہابیہ غیر مقلدین شریعت شیعہ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

سنیوں سے تم مدعا گو شرک و بدعت بکا کرے کوئی اگر اپنی خضائع حاجت کے لئے ہوتا ان کی دعا ہماری دعا سے اجابت میں قریب تر ہے احسان کا طریقہ وہ ہے کہ اللہ کے لئے صرف ہو اور اس کا ثواب ان کی بارگاہ میں پیش ہو۔ تم س اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نذر و نیاز اور ان سے مدد چاہنے کا نکار کرنا معتزل کا مذہب ہے جو حقیقت کے مدد تھے ویکمولاء ملتعاۃ جلد سوم ص ۴۰۲ اس اعتراض کو مقلد وہابیوں یعنی وہی بندوں نے اختیار کیا جو انہیں کے طرح حقیقت کے مدعی ہیں

ورگہوں کی خدمت میں وہاں کی صفائی اور روشنی اور اس مقام کی وسعت اور اس مقام کو ہر ایک بے ادبی لہو و لعل اور فسق و فجور اور ہر اس چیز سے پاک رکھنا داخل ہے جو اشعریات اور ماتریدیت کے خلاف ہے جس سے مباحی غافل ہیں چنانچہ مترجم کے خاندانی ملفوظات اور وصایا میں اس کی خصوصی تاکید آئی ہے فقیر کی اولاد پر اپنی بختی کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے وہ احکام یہ ہیں۔ صاحب سجادہ کے اختیارات حسب احکام وین یہ ہیں قلم و نسق روضہ عزل و نصب خدام تقدیم و تاخیر مصالح روضہ اور اغیار کے تصرف اور ہر اس فعل کو روکنا جو شریعت یا ماتریدیت اور اپنی خاندانی وابہ کے خلاف ہے ویکمولکات قدسیہ ص ۱۶ وصیت نامہ قلمی نوشتہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ۔ ان احکام کے لحاظ سے فقیر کی اولاد پر آستانہ ہمسے کو وہابیت، ویوہندیت، پنچریٹ، قادریانیت، مباحیت، جولیت، صلح کلیت، موموویت، وہابیت وغیرہ سے پاک رکھنا ایمانی شرعی اور خاندانی واجبات سے ہے (حسب ارشاد و بموجب حکم قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ علی حسینی قدس سرہ براوردادہ حقیقی وجانشین قلب رانچو سرکار ہمسے قدس سرہ کسی شخص کو آستانہ عالیہ ہمسے میں اور اس کی متعلقہ زمین میں گنڈے اور چھوچھا کرنے نہ دیں یہ چیز خاندانی واجبات اور حقوق خدمت آستانہ سے ہے (بیاض الوصایا والوالتق) صوتی)۔ خدائے تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور انہیں اس کام کی توفیق بخشے و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم الحمد للہ تعالیٰ کہ آج بتاریخ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۰ھ کو رسالہ نذر و نیاز گاں کے ترجمہ سے فارغ ہوا اور اس کا نام شفا ما الصدور فی احکام اللہ در رکھا۔

صوتی سجادہ نشین آستانہ ہمسے رانچو

اہل حدیث کی گستاخی

اہل حدیث میں چونکہ رفض و تشیع کے جراثیم پوری طرح سرایت کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے فقہی اور اعتقادی مسائل میں دونوں جماعتوں کے درمیان توافق پایا جاتا ہے یہی چیز دونوں فرقوں کے درمیان گہرے رواہد کی نشاندہی کرتی ہے۔ شیعوں کے ماننا اہلحدیث بھی صحابہ کرام کو طعن و تشنیع اور باطنی خباثتوں کا نشانہ بنانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے۔ شیخ عبدالحق بناری کو کون نہیں جانتا، اہلحدیث کے مشہور و معروف علامہ ابن اور علماء میں سے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نزدوجہ سلمیہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ان کے تشیع زدہ الفاظ کو تاریخ نے محفوظ کر رکھا ہے۔

”حضرت علی سے جنگ کر کے حضرت عائشہ مرتد ہو چکی تھیں، اگر بلا تو یہ مری تو کفر پر مری“ (کشف الجبابہ ص ۲۱ بحوالہ آئینیہ غیر مقلدین ص ۲۳۹)

اہلحدیث مذہب میں جس طرح صحابہ کرام کا قول و فعل اور ان کی رائے بھت نہیں ہے اسی طرح صحابہ کرام کی فہم بھی بھت نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

”عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ اس زمانے میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے، فہم صحابہ بھت شرعی نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۱۶۲)

اس مسئلہ کے ضمن میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کو مسجد میں جانے والی بات اپنی فہم سے فرمائی ہے جو بھت شرعی نہیں۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں زبردست گستاخی کی ہے، انھیں حضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے اور ان کو قرآن کی آیت کے مصداق قرار دیا ہے۔ ”ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیین لہ المہدیٰ ویطیع غیر سبیل المزمنین نولہ وفصلہ جہنم وساءت مصیرا“ جو رسول سے اختلاف کرے گا جب کہ کل ہو چکی ہے اس پر سیدہ حمی راہ اور مومنین کے علاوہ راستہ چلے گا تو ہم اس کو وہی حالہ کر دیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں بیو نہا دیں گے۔

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی بات ملاحظہ ہو:۔ پھر اب جو شخص بعد نبوت قول رسول و فعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کے مصداق ہے، جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انشاؤ خیر مدہ حکم صریح الہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۲۲)

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی گمراہی ملاحظہ فرمائیں۔ اس نے ورپوہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیدازبردست حملہ کیا ہے افسوس اس فتویٰ پر مایاں نذیر حسین صاحب کا حاصل یہ بھی ہلا اختلاف نوٹ کے ذکر ملاحظہ ہو۔ مفتی کے اس بیہودہ کلام کا حاصل یہ نکلتا ہے۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مسئلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔
(۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مسئلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کر کے آیت مذکورہ بالا کا مصداق ہوئیں۔

(باقی صفحہ ۲۲ پر)۔۔۔

فضائل شب برأت اور مسائل زیارت قبور

از : ڈاکٹر غلام مرسلین رضوی، ناٹا پور

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر
نور ﷺ نے فرمایا شب برأت آئے تو رات میں قیام کرو یعنی نماز
پڑھو اور دن میں روزہ رکھو۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد، تہذیب
حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ پا

نچے راتیں ایسی ہیں جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ایک جمعہ کی
رات، ایک عیدین کی رات، ایک کیم رجب کی رات اور
چند راتیں شعبان کی رات۔ (ماہیت بالسنت فی ایام السنۃ - شیخ
عبدالحق محدث دہلوی)

مصر سے وصال سے ساتھ ورق میں برکت: حضور اکرم
ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اس شب میں غروب آفتاب کے
وقت آسمان سے دنیا کی طرف نزل اجلال فرماتا ہے کہ ہے کوئی
مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ ہے کوئی روزی
مانگنے والا کہ میں اس کو روزی دوں۔ ہے کوئی گرفتار بنا کہ میں اسے
عافیت دوں۔ ہے کوئی اور ایسا؟ اس قسم کی دعائیں صبح تک ہوتی
رہتی ہیں (ابن ماجہ)

مسلمانوں کی مغفرت: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
فرمایا کہ اللہ عزوجل شب برأت میں میری امت پر نئی کلب کی
بکریوں کے بالوں کے برابر بخشش فرماتا ہے۔ (بخاری، کلب عرب
میں ایک قبیلہ تھا جس میں بکریاں کثرت سے تھیں۔ (ترمذی، تہذیب
ابن ماجہ، مسند احمد، تفسیر کبیر)

حق تعالیٰ اس رات میں تمام مسلمانوں کی

قرآن مجید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے فیہا
یلوقی کل امرحکیم: ترجمہ: ہمارے حکم سے اس رات میں ہر
حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ (سورہ دخان ۴۳-۴۴) پارہ
(آیت ۴)

ابوحنیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کو فیصلہ فرماتا ہے اور لیلۃ القدر کو
فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

(تفسیر مظہری، ج ۸، ص ۲۸۰، معالم التنزیل، ج ۴، ص ۱۷۴)
مندرجہ بالا روایت ابن عمر، مجاہد، ابو مالک، ہشام کا اور
بہت سے سلف صالحین سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن
کثیر، ج ۴، ص ۲۶۲)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا سے فرمایا تم جانتی ہو اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے
عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اس رات میں سال کا ہر
پیدا ہونے والا اور مرنے والا آدمی لکھا جاتا ہے اور لوگوں کے
اعمال ان کے رب کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ان کے رزق
اتارے جاتے ہیں (بخاری)

پندرہویں شب کی فضیلت :

ابن ماجہ میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی مرقوم
ہے کوئی رات شب قدر کے بعد پندرہویں شعبان کی شب سے
افضل نہیں۔ (ابن ماجہ)

روایات سے ثابت ہے جیسے خزائنہ الروایات میں ہے: بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ درمیں شب جمعہ چھٹی پاتی اور پچھلی پاتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ علاوہ ازیں اس طرح کی کئی روایتیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں، شیخ امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، شیخ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایقان الارواح اور فتاویٰ رضویہ میں نقل کیا ہے۔ مزید معلومات کے لئے اصل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

شب برأت کی فضیلت علماء دیوبند کی فہرست میں: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں: پندرہویں شعبان میں مرووں کے لئے گورستان میں جا کر دعا و استغفار کرنا مستحب ہے، اور حدیث سے ثابت ہے اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے اور پندرہویں تاریخ شعبان کو روزہ رکنا مستحب ہیں۔ (زوال السنہ ص ۷۱ بحوالہ شب برأت کی حقیقت)

جسٹ محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: اس رات کی فضیلت بے بنیاد نہیں شب برأت کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی چند سطر آگے لکھتے ہیں، جس رات کی فضیلت میں وہ صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں اس کو بے بنیاد اور بے باطل کہنا بالکل غلط ہے۔ آگے لکھتے ہیں امت مسلمہ کے جو خیر القرون ہیں، یعنی صحابہ کرام کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا

مغفرت فرماتا ہے سوائے مشرک، کافر، جاوگیر، نجوی، زانی، شرابی، کینہ پرور، سودخور، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے، برشتہ قلع کرنے والے کے۔ (ابن ماجہ بیہقی رشعب الایمان)

مسجد میں شب بیداری: خالد بن سعدان، لقمان بن

عاصر، اور اسحاق بن راہویہ مسجد میں جمع ہو کر اس شب بیداری کرتے تھے۔ اور خالد و لقمان کی یہ حالت تھی کہ پندرہویں شب میں یہ دونوں عمدہ لباس زیب تن کرتے ہر دم لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کناں جاتے تھے۔ (تبیان القرآن / ما حبت بالنسۃ فی ایام السنۃ / قوت القلوب / فتاویٰ رضویہ)

بعد وفات روہوں کا اپنے گھروں میں آنا: حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یاشب جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب برأت ہوتی ہے اموات کی رو میں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کریں، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے (خزائنہ الروایات / فتاویٰ رضویہ جدید / ج ۱۹ / ص ۱۵۳)

شیخ الاسلام کشف الغطاء عمالذم للموتی علی الاحیاء فصل ہفتم میں فرماتے ہیں: غرائب اور خزائنہ میں منقول ہے کہ مومن کی رو میں ہر شب جمعہ، بروز عید، روز عاشوراء، اور شب برأت کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ ایسے میرے گھر والو، صدق کر کے ہم پر مہربانی کرو (کشف الغطاء / ص ۱۶۶ / فصل احکام دعا و صدقہ: فتاویٰ رضویہ جدید / ج ۱۹ / ص ۲۵۰)

شب جمعہ روہوں کا اپنے گھروں میں آنا: اور شب

جمعہ روہوں کا اپنے گھروں میں آکر ندا کرنا تو سیکڑوں

ہے، (کچھ سطر بعد) اور جن لوگوں کے پاس قاتلو عقل ہوتی ہے، وہ اس قسم کی بحث و مباحثہ میں پڑتے ہیں (جسٹن عثمانی رشب برأت کی حقیقت ص ۲۵)

زیارت قبور اہادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کرو کہ وہ دنیا میں بے رشتی کا سبب ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔ (ابوداؤد۔ السنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۶: باب زیارۃ القبر)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد دلاؤ ہو جاتی ہے (السنن ابن ماجہ: باب زیارۃ القبر)

حدیث ۳: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور کی اجازت دی ہے (السنن ابن ماجہ: باب زیارۃ القبر)

حدیث ۴: شعب الایمان میں محمد بن نعمان سے سرساز روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی ہر محد زیارت کرے گا اسکی مغفرت ہو جائیگی اور نیکو کار میں لکھا جائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۰۶: باب زیارۃ القبر)

دعا دیوار قبور: جب کوئی شخص قبرستان کی زیارت کرے تو کہے السلام علی اہل الدیار (قبرستان کی بستی والوں پر سلام ہو) یا السلام علیکم یا اہل القبور یمھروا لہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالانوار ترجمہ: اے اہل قبور! تمہیں سلام ہو اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری

جاتا رہا ہے۔ لوگ اس رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔ لہذا اسکو بدعت کہنا، یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں جاگنا، اس میں عبادت کرنا باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

(شب برأت کی حقیقت ص ۹)

مولوی دلاور حسین کلائی صاحب: پہلے قاضی صاحب اور پھر مفتی شفیع صاحب کے حوالے سے شب برأت میں زیارت قبور کو مستحب لکھتے ہوئے آگے قاضی عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں: زیارت قبور کے لئے چار دن سب سے زیادہ بہتر ہیں: پیر، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ۔ اسی طرح حبرک راتوں میں بھی خصوصاً شب برأت میں۔ (قاضی عالمگیری رباب زیارت قبور ص ۳۵۰-۳۵۱)

آگے لکھتے ہیں: علامہ شرنبلالی کی کتاب مراقی الفلاح شرح نورالایحاح فصل تحیہ المسجد ص ۲۱۹ پر ہے۔ شیخ عبدالرحمن المبارک فوری اپنی کتاب مجمعۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۵۳:۲ پر شب برأت کی فضیلت پر متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: پس یہ تمام احادیث اس شخص پر حجت ہیں جسکا یہ گمان ہے کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (شب برأت کی حقیقت ص ۷)

بحث و مباحثہ سے پرہیز کریں: شب برأت کے بارے میں بہت بحث و مباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے (چند سطر بعد) اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے بحث میں پڑنے سے منع کیا ہے، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: المواء بطفی سود العسلم یعنی اس قسم کے معاملات میں آپس میں لڑائی جھگڑا کرنا یا بحث و مباحثہ کرنا علم کے نور کو زائل کر دیتا

اسکے غیر کے لئے سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مبہم و کفرِ مبہم (کھلا ہوا کفر اور شرک) اور سجدہ تحیت (تعظیمی) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین (یقیناً بڑا گناہ)، اسکے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین و پیر و حزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ ناجائز و مباح بلکہ حرام اور کبیرہ فشاء (کھلا ہوا بڑا گناہ) (الزبدۃ لکریہ۔ ص ۱۴۱)

بسمعی قصو: ایک بابت یا کچھ زائد... مذیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۳۔ ص ۱۸۰)۔۔۔ اور اسلفوظ میں فرماتے ہیں کہ بلندی قبر خلاف سنت ہے، میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بابت سے اونچی نہ ہوگی۔ (اسلفوظ۔ ج ۳۔ ص ۷۹)

فحص فی سبیل صفا: فرضی حزار بنانا اور اسکے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ جس قبر کا یہ بھی حال مطول نہ کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اسکی زیارت کرنی فاتحہ ہرگز جائز نہیں، کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر... تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متروک ہو (جس حکم کے سنت و حرام یا مستحب و کفر ہونے میں اختلاف و روایت ہو) ضرور ممنوع و حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ۔ ج ۳۔ ص ۱۴۱)

مزارات پر عورتوں کی حاضری: عورتوں کو زیارت قبول منع ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔

(فتاویٰ رضویہ۔ ج ۳۔ ص ۸۲: فتاویٰ افریقہ۔ ص ۸۲)

ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیبت میں ہے کہ یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ عورت پر کس قدر

مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے پہلے پہنچے اور ہم تمہارے پیچھے پہنچے آنے والے ہیں۔ (ترمذی شریف۔ باب زیارت القبر و رحمت حصص۔ ص ۲۰۲)

ماتل زیارت قصور ارشادات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی روشنی میں

قبر پر چراغ و لوہان اور اگر ختی کا حکم: عود لوہان وغیرہ (مثلاً اگر ختی) کوئی چیز قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیے۔ اگرچہ کسی برتن میں ہو اور قبر کے قریب سلگنا اگر نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (طلاوت کرنے والا) کوئی ذاکر زائر (ذکر و زیارت کرنے والا) ہو صرف قبر کے لئے جلا کر جلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و ضاعت مال ہے۔ اور بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الہی کیلئے لگا کیں تو بہتر و مستحسن ہے جو اسے فق و بدعت کہے وہ محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے اور یہ شرع مطہر پر افتراء ہے۔ (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۳۔ ص ۸۲: فتاویٰ افریقہ۔ ص ۸۲)

اگر ختی قبر کے اوپر رکھ نہ جلائی جائے کہ اس میں سوئے ادب اور بدقالی ہے۔ ہاں قریب قبر زمین پر لگا کیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۳۔ ص ۱۸۵)

تبرکات و طواف: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے احوط (احتیاطاً) منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو یعنی ادب ہے پھر تعظیم (بوسہ دینا) کیونکر متصور ہے۔ (احکام شریعت۔ ج ۳۔ ص ۳)

فیر خدا کو سجدہ تعظیمی حرام: مسلمان، مسلمان، شریعت مصلوکی کے تابع فرمان، جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں،

لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور صاحب قبر کی جانب سے...
جسوقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور
جب تک واپس آتی ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ سوائے روضہ انور
کے کسی حزار پر جانے اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت
جلیلہ عظیمہ قریب الواجبات ہے اور قرآن نے اسے مغفرت
و ثواب کا تریاق بتایا ہے (المفلو ۵۔ ح ۲۔ ص ۱۷)

تیسرے مسلم کا اخصام: حدیث پاک میں سرور کو
نہیں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تلواریں و حار پر پاؤں رکھنا مجھے اس
سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ اور دوسری
حدیث میں فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم ﷺ کہ اگر میں انگارے پر
پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا حلا تو ذکر میرے گم ہوے تک
بچھ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر
پاؤں رکھوں۔ یہ وہ فرما رہے ہیں کہ واللہ اگر مسلمان کے سر اور
سینے اور آنکھوں پر قدم اقدس رکھیں تو اسے وہوں جہاں کا جہنم
بخش دیں ﷺ۔ فتح القدیر، لمطاویٰ اور روا لکھنؤ میں ہے قبرستان
میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس پر چلنا حرام ہے کہ ضرور قبروں پر ہوگا
مخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہے، اعلیٰ
حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں، قبر پر نماز پڑھنا حرام، قبر کی
طرف نماز پڑھنا حرام، قبر پر قدم رکھنا حرام، قبروں پر مسجد بنانا یا

زراعت (کھیتی) وغیرہ کرنا حرام۔ (عرفان شریعت۔ ص ۱۸)
درود ضررستانی: درود روحی ایک ایسا درود ہے جس کے
پڑھنے سے فوت شدہ حضرات کو عالم برزخ میں بہت فائدہ پہنچتا
ہے لہذا یہ درود مردوں کے لئے بخشش کا فوراً ہے۔ اس درود کا
سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قبرستان میں اسے پڑھنے سے
روح کو عذاب سے نجات ملتی ہے لہذا جب کوئی قبرستان میں
زیارت قبول کے لئے جائے تو اسے چاہیے کہ وہاں ایک مرتبہ یہ
درود پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ مَا ذَامِبُ الصَّلٰوةِ وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا ذَامِبُ الرِّحْمَةِ
وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا ذَامِبُ التَّوَكُّلِ وَ صَلِّ عَلٰی رُوحِ مُحَمَّدٍ
فِی الْاَزْوَاجِ وَ صَلِّ عَلٰی شَوْزَةِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّورِ وَ صَلِّ عَلٰی
اِسْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْمَاءِ وَ صَلِّ عَلٰی نَفْسِ مُحَمَّدٍ فِی النَّفْسِ
وَ صَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوبِ وَ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی
الْقُبُورِ وَ صَلِّ عَلٰی زَوْجَةِ مُحَمَّدٍ فِی الزَّوَاجِ وَ صَلِّ عَلٰی
جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَ صَلِّ عَلٰی كُرْسِيِّ مُحَمَّدٍ فِی الْقُرَابِ
وَ صَلِّ عَلٰی غَيْرِ خَلْقِكَ سَيِّدَ مَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ
وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ وَ اَقْبَلْ نَبِيَّهِ وَ اَحْبَابَهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ (قصیدہ سرودہ شریف مع عربیہ درود
شریف ص ۲۴۴)

صحابہ کرام اور مسلک اعلیٰ حضرت

مولانا سلطان اشرف

تم شفا دی اور شفا پائی۔

اس مضمون کی متعدد احادیث منقولہ شریف و دیگر کتب احادیث میں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے ”قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَجَاهُمْ حَسَنٌ فَشَفَى وَاشْفَى“ یعنی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسان نے گستاخوں کی مذمت کی تو شفا دی اور شفا پائی۔ ناظرین غور کریں کہ شفا اس کیفیت کو کہتے ہیں جو کسی تکلیف کے خاتمہ کے بعد ہوتی ہے۔

ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین مکہ کے گستاخانہ اشعار سے نگہسار کا نکات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو اذیت ہوئی اور صحابہ کرام کے اشعار سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسکین ملی اور ان سے مسلمانوں کے دلوں کو شفا و راحت ملی۔ پھر سرکار کا یہ فرمان کر اے حسان تم نے شفا پائی۔ اس سے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت و ثناء کرنا بھی شفا پانا ہے اور سرکار کے دشمنوں کی مذمت کرنا بھی شفا حاصل کرنا ہے۔

منقولہ شریف باب اشعر والبیان میں ہے کہ صحابی رسول حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے اشعار کے بارے میں سوال کیا جو جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں کے بارے میں لکھے جائیں تو سرکار نے فرمایا:۔

”ان المومن یجاہد بسیفہ و بلساتہ“
 شک مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب کفار مکہ قریش اور مشرکین مکہ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں تنقیص و توہین کے اشعار لکھ کر کے والوں کو سنائے تو دشمنانِ رسول بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو قلبِ نازک و نجیدہ ہو گیا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی۔

آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا ان اشعار کا جواب دو۔ حضرت کعب بن مالک اس دور کے بہت اچھے شاعر تھے انہوں نے جواب دیا۔

پھر قتیبہ بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا یہ بھی بہت اچھے شاعر تھے، ان سے بھی فرمایا جواب دو انہوں نے بھی جواب دیا۔

پھر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا جواب دو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

ایسا جواب جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بھی تھی اور گستاخانِ رسالت کی مذمت اور تردید بھی ایسا جواب جس میں عشقِ رسول کی وارفتگی بھی تھی اور دشمنانِ رسول سے نفرت کا اظہار بھی۔ ایسا جواب جسے سن کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔

”لقد شفیعتم با حسن و اشطیت“ اے حسان

۴۔ زبان و قلم سے دشمنان رسول کی مذمت کرنے والوں کی عزت و تکریم کرنا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت پر عمل کرنا ہے۔

۵۔ مسند و مجمر پر بیٹھنے کا حقدار وہی ہے جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بھی کرے اور دشمنان رسول کی توہین و تہذیب بھی کرے۔

۶۔ مدحت مصطفیٰ کرنا اور گستاخوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار اپنے لئے شفاء حاصل کرنا ہے۔

۷۔ تعریف رسول بن کر خوش ہونا اور گستاخوں کی مذمت سن کر سرور ہونا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مذکورہ حقائق سے ظاہر ہے کہ وہی دشمن رسالت کے مرتکب کفار سے اظہار نفرت اور تلوار و قلم اور زبان سے جواب دینا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔

امادیث شریفہ کی ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین، صحابہ و تابعین، سلف صالحین، اولیائے امت و علمائے ملت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس طرز عمل پر کار بند رہے اور منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ دراصل قرآن عظیم بھی اسی طرز عمل کی تعلیم دے رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: ”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علیٰ الکفار ورحماء بیہم“ مفہوم یہ ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کفار کے لئے بہت سخت ہے اور آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ گویا کہ قرآن کریم نے مومن کے لئے ایک لائحہ زندگی متعین فرمادیا۔ ایک قانون حیات وضع کر دیا۔ ایک شناخت ایک پہچان بتا دی کہ مومن وہی لوگ ہیں جو عشق رسول اپنے سینے میں رکھتے ہیں اور اشداء علیٰ الکفار ہیں۔

اور جذبہ عشق و محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ محبوب سے محبت ہے تو محبوب کے دشمنوں سے نفرت بھی ہونی چاہئے

اور باب قلم و زبان، بخوبی جانتے ہیں کہ لسان کا لفظ گفتار اور تحریر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی شان یہی ہے کہ اللہ و رسول کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کا جواب تلوار سے دے اور اگر تلوار کا موقع نہ ہو تو زبان و قلم سے جواب دے۔

انہیں بے کساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے لئے مسند کا اہتمام فرمایا۔ ان کے جانے کے بعد ام المؤمنین کے ہمائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا حسان بن ثابت کے مسند لیے کے اہتمام کی وجہ کیا ہے۔

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:-

”کسان ہو یحبیب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعداء ویشفی صدرہ“

حضرت حسان کے لئے مسند بچانے کا سبب یہ ہے کہ حسان گستاخوں کا جواب دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اور سرکار کے قلب مبارک کو تسکین و راحت پہنچاتے تھے۔

مندرجہ بالا اقوال سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں:-

۱۔ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو جواب دینا اور سخت الفاظ میں ان کی مذمت کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔

۲۔ سرکارِ دو عالم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو راحت و تسکین پہنچانا ہے۔

۳۔ تلوار کا موقع نہ ہو تو زبان و قلم سے دشمنان رسالت کی مذمت کرنا چاہا ہے اور مومن کی پہچان ہے۔

تعالیٰ عنہ کا ہے، یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

اسلامی تاریخ پر نظر رکھنے والے حضرات خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان نے اس عالم رنگ و بو میں اس وقت آنکھ کھولی جب مغلیہ خاندان کا اقتدار آخری لمحوں میں تھا۔ اور قن کے گورے من کے کالے انگریز، مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لئے مسلمانوں میں سے ہی کچھ صاحبانِ جبہ و دستار کو خرید کر اپنی اسکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

وہایت کا سیلاب اندر ہاتھا اور توہین رسالت کا طوفان برپا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب اہل حق کا لباس یکن رنگ گریزوں کے تمک خور، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہہ رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو تو حید کا نام دیا جا رہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا جس کا نام محمد علی ہے کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ کوئی لکھ رہا تھا کہ رسول اللہ مرکز مٹی میں مل گئے۔ کوئی نبوت کا دعویٰ کر رہا تھا اور کوئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ختم نبوت کا انکار کر رہا تھا۔ معاذ اللہ!

فریضہ کی طرح کے باطل عقیدہ اہل اسلام کو وے کر انگریزوں کے کھٹکتے ہوئے سکوں پر پلنے والے انگریزوں کا حق تمک ادا کر رہے تھے۔

اس پر فتنہ دور میں ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف کی عظیم و عبقری شخصیت حضرت علامہ مولانا تقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر رشد و ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔ عزیز واقارب مبارک ہادیش کر رہے تھے۔ لیکن مارہرہ شریف کی ایک عظیم ہستی کی دور بین نگاہیں ملاحظہ فرمادی تھیں کہ مولانا تقی علی کے گھر پیدا ہونے والا بچہ یہ کوئی عام انسان نہیں ہے بلکہ ناموس رسالت کا پاسبان و نگہبان ہے۔ گمراہی و بدعتی کے دور میں اسلام کا مجدد و عظیم

دور نہ عشق و محبت کا دعویٰ شخصِ زبانی جمع خرچ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

جذہ عشق رسالت کی یہی رنگینیاں تھیں جو کبھی صدیق اکبر و فاروق اعظم کی تلواروں میں چمکتی تھیں تو کبھی عثمان غنی و حیدر کرار کے فن سپہ گری میں نمودار ہوتی تھیں۔ کبھی حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک کے زبان و قلم سے ظاہر ہوتی تھیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ محبت مصطفیٰ کی یہی جلوہ آرائیاں تھیں جو کبھی امام حسین کی تلوار بکف میدانِ کربلا کے دریستان میں لگی تھیں تو کبھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق گوئی کے ساتھ ظالم حکمران کے ہار میں۔

عشق رسالت کی یہی کارفرمایاں تھیں جو امام اعظم ابو حنیفہ، امام محمد غزالی، امام فخر الدین رازی کی شکل میں علم و فن اور سکومت و عرفان کا وہبستان بن گئیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہی جذہ عشق رسالت تھا جس نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو غوث الاعظم، حضرت خواجہ مصین الدین چشتی کو سلطان الہند غریب نواز، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو محدث علی الاطلاق اور شیخ احمد سرہندی کو امام ربانی مجدد الف ثانی بنا دیا۔ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی یہی وارفتگی تھی اور اشداء علی الکفار کا یہی جذہ تھا جس کے سبب حضرت مولانا احمد رضا خاں مجدد اعظم دین و ملت امام المسند اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بن کر آسمانِ رشد و ہدایت پر تابندہ و درخشاں نظر آ رہے ہیں۔

عشق و محبت رسول کی یہی حدیث اور اشداء علی الکفار کی یہی سرشت۔ خلفائے راشدین کا ایمان صحابہ و تابعین کا دینِ امیرِ کرام، اولیا و علمائے عظام کا مذہب ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یہی راستہ مجدد و عظیم دین و ملت، اعلیٰ حضرت رضی اللہ

ہے۔ امام اہلسنت ہے۔

اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ حضرت مولانا تقی علی خاں صاحب کے فرزند احمد رضا خاں کے عہد فطنی میں جو اساتذہ تھے وہ حیران تھے یہ سوچ کر کہ ہمارے سامنے زانوئے ادب طے کرنے والا یہ طالب علم کوئی عام بچہ نہیں ہے کیونکہ آثار بزرگی اس کی پیشانی میں نمایاں ہے۔

شب و روز گزر رہے تھے۔ ماہ و سال بدل رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کا بچپن جوانی میں تبدیل ہو رہا تھا اور ان کا شعور پکار رہا تھا احمد رضا، دیکھو یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، کیا لکھ رہے ہیں، ان آوازوں کو سنوں، اللہ کو حمد کہنا۔ رسول ال کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرح بشر اور بے علم کہنا، اللہ کی شان کے آگے چہرے چہرے چہرے زیادہ ذلیل لکھنا معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے اختیار لکھنا معاذ اللہ، یہ سب کچھ قرآنی فرمودات تو نہیں ہیں۔ یہ عقائد احادیث شریفہ کے مطابق تو نہیں ہیں۔ ان کی فکر و آگاہی چیخ رہی تھی۔ امام احمد رضا خاں! یہ عقائد خلفائے راشدین کے ارشادات بھی نہیں ہیں۔ شہیدان کربلا، ائمہ عظام و علمائے کرام کے اعتقادات و نظریات بھی نہیں ہیں اور پھر اعلیٰ حضرت کا قلم حرکت میں آ گیا۔ ۸ سال کی عمر میں ہادیہ انہو کی شرح لکھی۔ ۱۳ سال کی عمر میں فتویٰ لکھا اور ایسا لکھا کہ اکابر علمائے کرام آفریں کہہ اٹھے اور پھر جو ایک عاشق رسول کا قلم چلا تو چلتا ہی رہا۔ ان کے قلم نے صحابہ کرام کی روش پر چل کر نقدیں رسالت کے ایسے پھول کھلائے کہ غلامان و فاشعار کے دل بارغ بارغ ہو گئے۔

ان کے قلم کی جنبش سے معرض وجود میں آنے والے فنی شہ پاروں کو دیکھ کر صاحبان علم و دانش نے ان کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے خطاب سے نوازا۔ تقریباً پچاس برس ان کا قلم چلتا رہا۔ ان کے قلم کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ سیکڑوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کتابیں مندر شہو پر

آئیں۔ اعلیٰ حضرت کے ان عظیم کارناموں کو دیکھ کر اکابر علمائے کرام اور اصحاب فکر و نظر حیران رہ گئے اور جب حیرت و استعجاب کے پاؤں چھٹے تو ان حضرات نے جو اپنے درس میں آسمان علم و فن کے شمس و قمر سمجھے جاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں کو وہین ولت کا امام اعظم تسلیم کر لیا۔ امام اہلسنت نے اپنی طرف سے کوئی نیا عقیدہ ایسا نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی نئے نظریہ فکری بنایا رکھی۔ وہ مقولات و مقولات کے امام تھے۔ وہ انہیں عقائد پر کاربند تھے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ و تابعین سلف صالحین سے ثابت ہیں۔ انہوں نے کلمہ طیبہ سے یہ درس لیا تھا کہ ایمان کی تکمیل کے لئے احقاق حق بھی ضروری ہے اور ابطال باطل بھی لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات میں احقاق حق بھی ہے ابطال باطل بھی ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ جل علی کی صفات جلیلہ اور جہاں رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ کا ثبوت ہے وہیں گستاخی اور باطل فرقوں کا رد طبع بھی ہے۔ یہی سنت صحابہ کرام بھی ہے۔ یہی مسلک اعلیٰ حضرت بھی ہے۔ یہی شفا یہی راحت و تسکین مومنین ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت وہی ہے جس کی تائید اکابر علماء و مفتیان عرب و عجم نے کی ہے۔ اہل غم میں بہت سے صاحبان علوم و فنون ہیں۔ بہت سے سیاست واں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں اپنے تو صغی خیالات و احساسات کا اظہار کیا ہے جن میں اپنے بھی ہیں بے گانے بھی، موافقین بھی ہیں، مخالفین بھی، ان میں مسلم بھی غیر مسلم بھی، ان میں صف اول کے شعراء بھی ہیں، پروفیسر بھی ڈاکٹر بھی ہیں۔ وکیل اور جج بھی ان میں صاحبان جاگیر بھی ہیں مملکت کے وزیر بھی، ان میں حکومت پاکستان کے سابق وفاقی وزیر جناب کوثر یازدی بھی ہیں جنہوں نے ادارہ تحقیقات امام رضا کراچی کے زیر اہتمام امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر اپنے مقالے میں کہا تھا۔

مسکوں کے ہجوم میں ایک مسلک اعلیٰ حضرت ہی ہے جس میں عشق رسول کی وارفتگی ہے جس میں حضرت صدیق اکبر کا صدق و صفا ہے۔ حضرت فاروق اعظم کا عدل و انصاف ہے۔ حضرت عثمان غنی کا غنا و کرم ہے۔ حضرت علی حیدر کرار کی ہمت و شجاعت ہے۔ حضرت امام حسین کا اعلان حق بھی، غوث اعظم اور خلیفہ اجمیری کا تصوف بھی۔

شاہ عبدالغنی محدث دہلوی کا محققانہ طریقہ استدلال بھی ہے اور محمد الف ثانی کی ہے پاک تعلیمات بھی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

صدق و عدل و کرم و ہمت میں

چار شوہر ہیں ان چاروں کے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول پالے میری سرکاروں کے

اب جو شخص مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف کرے وہ اپنا مقام باطل فرقوں میں کہیں تلاش کرے۔ آج دنیاے اسلام کے کروڑوں دنوں کی دھڑکنوں سے یہ صدائیں آ رہی ہیں۔ اے امام اہل سنت:-

حضرت حسان کا حسن سخن یاد آ گیا

آپ نے تو جان رحمت پر کھلا کھول سلام

ابنی کی ہے آپ نے آقا کی مدحت السلام

آج دنیا کہہ رہی ہے اعلیٰ حضرت السلام

☆☆☆

وہ فانی الرسول تھے۔ اس لئے ان کی غیرت عشق و محبت کے دور ہے میں بھی تو بین رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔ ادب و احتیاط کی بکری روش امام احمد رضا خاں کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ مخالفین جس بات کو شاہ احمد رضا کا تشدد کہتے ہیں وہ تشدد نہیں، عشق رسول ہے۔

(جناب کوثر نیازی کے اس مقالہ کو کراچی سے ادارہ تحقیقات احمد رضا، لاہور سے معارف نعمانیہ اور گوجرانوالہ سے انجمن رضا نے مصلحتی لے کر کتابی صورت میں شائع کیا ہے)۔

انہیں میں فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے جج ہیں، جناب ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری انہوں نے اپنے فیصلہ اس طرح پیش کیا۔ وہ لکھتے ہیں:-

حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوئی نیاوین یا مسلک پیش نہیں فرمایا ہے۔ وہ اسی مسلک کے مبلغ تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل بیت، صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین سے منقول و ماثور چلا آ رہا ہے۔ یہی وہ مسلک ہے جو بنید بغدادی، ہانیذ بستانی، معروف کرتبی، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سرہروردی، شیخ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش جویہری اور انہیں جیسے صلحائے امت کا مسلک ہے جب میں مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کرتا ہوں تو ان کو اسلاف کے مسلک و مذہب سے منحرف نہیں پاتا ہوں بلکہ منحرفین کے تعاقب میں لگا پاتا ہوں۔

(جناب جسٹس ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان)

تاثرین ملاحظہ فرمائیں کہ جسٹس سید شجاعت علی صاحب نے اپنے جج منیٹ میں مسلک اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو اسلاف کے مذہب کے مطابق بتایا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ آج فرقوں، گروہوں اور

..... صفحہ ۱۱۱

(۳) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دین کے حکم میں رائے اور قیاس کو دخل دے کر وعی کا کام کیا جو شیطان نے انا خبیر منہ کر کیا تھا۔

(۴) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معاذ اللہ یہ کہہ کر موجودہ وقت عورتوں کو مسجد اور عید گاہ جانا مناسب ہے شریعت کو بدل ڈالنے کی جرأت کی۔

جس مسلمان کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے اس کے لئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس طرح کی گستاخی کا تصور بھی محال ہوتا ہے۔ کسی بھی صحابی رسول کے بارے میں بغض و نفرت کا جذبہ پانا حرام قطعی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس سے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف دی، اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جو اللہ کو تکلیف پہنچائے گا تو قریب ہے کہ اس کو اپنی کچڑ میں لے لے۔ (ترمذی)

اکابر امت نے صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کو جاننا تھا اس وجہ سے ان کے قلوب میں ان کی عظمت و محبت اور ان کا احترام تھا۔ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت و محبت سے کیا جائے، ان کا ذکر برائی سے کرنا حرام ہے۔

(بشکریہ معصف رسالہ ”اہل حدیث اور شیعوں کے ہب)

اپنے مضامین اس پتہ پر بھیجیے۔

s.m.husaini786@gmail.com

sayyedtahir11@gmail.com

drmursaleen786@gmail.com

عالم اسلام کو

”ماہنامہ سنی آواز“

کی جانب سے ماہ رمضان المبارک وعید الفطر کی مبارک باد

مذہب اہل سنت زندہ آباد

مسلمک اعلیٰ حضرت زندہ آباد

ماہنامہ سنی آواز

اصول حدیث میں امام احمد رضا کی مہارت

”الہاد الکاف فی حکم الضعاف“ کے تناظر میں

از: مولانا محمد طفیل احمد نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

برصغیر ہندو پاک سمیت مختلف بلاد اسلام میں دہائی، دو ہند کی اور اپنے آپ کو علم حدیث کا علم بردار کہنے والا غیر مقلدین کا طبقہ اب تک ایسا اتحاد بات بات پر شرک و بدعت اور ضعیف ضعیف کا رٹ لگا تا رہتا تھا۔ یہ لوگ بہت سے معمولات اہلسنت کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر دیتے تھے کہ یہ معمولات جن احادیث سے ثابت ہیں اسے قلاں عالم نے ضعیف یا موضوع کہا ہے اس سلسلہ میں یہ لوگ زیادہ تر علامہ ابن جوزی کا حوالہ دیتے ہیں جو احادیث کو موضوع قرار دیتے ہیں بہت زیادہ غفلت پسند واقع ہوئے ہیں حدیث یہ کہ انہوں نے صحاح ستہ کی بھی بہت سی احادیث پر شک و شبہ لگایا ہے۔ علامہ ابن جوزی جیسے علما کا سہارا لے کر بلا تحقیق یہ لوگ انبیاء و اولیاء کے فضائل و مناقب کی احادیث سنتے ہی ناک بھونچ جاتے تھے نیز ان محدثین اور طریقہ صوفیہ کا مذاق بھی اڑاتے تھے کہ جنہوں نے فضائل و مناقب کی احادیث کو بہت اہتمام اور کثرت سے نقل کیا ہے لیکن انہوں نے آج انہی کا عاقبت اندیش لوگوں کے لڑچک کو دیکھ کر کچھ ایسے حضرات بھی ان کی روش پر چل پڑے ہیں جن کا تعلق صوفیہ اور خانقاہی گھرانے سے ہے نیز ماضی میں جن کے بزرگوں نے صوفیہ پر پھبتیاں کسنے والے اور معمولات اہل سنت و ملت انبیاء کو بدعتیہ بنانے والوں کا ہماری زندگی پر دغیر و تقریر سے رد و ابطال کیا ہے۔ چنانچہ ایسے صوفی گھرانے سے متعلق افراد کے غیروں سے متاثر ان افکار و نظریات کو ”علم حدیث، تحقیق حدیث“ اور ”موضوع روایات“ کے عنوان سے ”لہنا کھلانے والا“ ایک ماہنامہ آئے دن شائع کرتا رہتا ہے جس میں ہمارے بزرگوں، ہمارے اسلاف کرام اور ہمارے طبقہ صوفیہ پر انہی کا عاقبت اندیش گمراہ فرقوں کے سے سوچا نہ انداز میں چھینٹا کٹھی کے ساتھ ان پر پھبتیاں بھی کسی جاتی رہتی ہیں۔ مولانا طفیل احمد صاحب مصباحی کا زیر نظر مضمون امام احمد رضا کے اس عظیم شاہکار رسالہ کا ایک عمدہ تعارف ہے جو جن حدیث کے چارہاں پادوں سے حریں و آراستہ ہے اور آج بھی ایسے لوگوں کو اپنی روش پر غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔

محمد سلیم بریلوی، جامعہ صوفیہ منظر اسلام بریلی شریف۔

ہیں۔ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں آپ کی فکر و شخصیت کے مختلف گوشوں پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی تفویض ہو چکی ہیں۔ امام احمد رضا کی قابل رشک دینی و ملی خدمات میں ”الہاد الکاف فی حکم الضعاف“ کو خالص علمی و فنی حیثیت سے ایک بلند ترین مقام حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہا کے دور میں خیمہ باطل سے اٹھنے والے فتنوں میں ”اذان میں حضور کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے سے انکار کا فتنہ بھی شباب پر تھا۔ اس مسئلہ کو لے کر امام موصوف کی بارگاہ میں استفتاء ہوا اور اس کے جواز

امام احمد رضا قدس سرہ (متوفی ۱۲۴۰ھ) کے علم و فن و تدبیر و فکر، شان افتاء اور حدیث اصول حدیث میں مجتہدانہ بصیرت کا آج اپنے اور بے گانے سبھی اعتراف کرتے ہیں۔ مبداء فیاض نے امام احمد رضا کو بے شمار محاسن و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ ۵۵ رجحان سے زیادہ علوم و فنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے، جس پر آپ کی چھوٹی بڑی، مطلوبہ و غیر مطلوبہ تقریر یا ایک ہزار تصانیف و دعوائی شاہد عدل ہیں۔ محدث بریلوی کی تہہ دار شخصیت، مجتہدانہ بصیرت اور مختلف علوم و فنون میں آپ کی مہارت پر اب تک سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی

الحنفی..... فالکتاب وحید فی بابہ وفرد فی مادہ
لا یستغنی عنہ طالب علم الحدیث ولایغنی عنہ
غیرہ۔ (مقدمة الہدایہ الکافی فی حکم
الضعاف“ ص ۱۲ برکات رضا پور بندر، گجرات)۔

یعنی علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دینے
والے ہندوستانی علماء میں امام احمد رضا محدث بریلوی کو بھی
نمایاں مقام حاصل ہے۔ اور یہ کتاب (الہدایہ الکافی) اپنے
موضوع کے اعتبار سے منفرد اور تفہیم مسائل میں لا جواب ہے، علم
حدیث کا طالب علم اس سے بے نیازی اختیار نہیں کر سکتا۔

اس کتاب میں اصول حدیث کی اہمات کتب کی
روشنی میں ضعیف حدیث کے مختلف اقسام مثلاً
مرسل، منقطع، مضرب، منکر، مدرج، مبہم، متروک اور موضوع پر
محدّدانہ گفتگو کی گئی ہے۔ ساتھ ہی حدیث کی ان تمام اقسام کا حکم
اور تعدد طرق سے ان کے ضعف کی تلاقی اور طریقہ تدرک کی
نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ زور بیان اور طرز استدلال و کجہ کرایا
معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وقت کا کوئی ابن حجر عسقلانی بول رہا
ہو۔ آپ نے ناقابل شکست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ باب
فضائل میں ضعیف احادیث پر عمل صرف جائز نہیں بلکہ مستحب
ہے اور مقام احتیاط میں ضفاف، احکام میں معتبر نہیں ہیں، نیز
ضعیف احادیث میں ضعف خواہ وہ شدید ہی کیوں نہ ہو انہیں
موضوع ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

سب سے پہلے آپ نے محدثین کے
قول ”لا یصح“ کے بارے میں بتلایا ہے کہ کائنات حدیث اگر کسی
روایت کے متعلق ”لا یصح“ کہہ دیں تو اس کا مفہوم مخالف
ہرگز نہیں لگتا کہ وہ روایت موضوع یا باطل ہے بلکہ اس کا مفہوم
صرف اتنا ہے کہ متعلقہ روایت محدثین کی متعین شرطوں کے
مطابق ”صحیح للادھ“ نہیں ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ حسن
ہو یا پھر ضعیف ہو۔ امام موصوف لکھتے ہیں:-

وعدم جواز سے متعلق شرعی نقطہ نظر دریافت کیا گیا تو آپ نے
۱۳۲ صفحات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمادی اور نوعیت مسئلہ
کے پیش نظر اس کا نام ”منیر العینین فی حکم تنقیل الا
بہامین“ رکھا کہ جسے کوئی پیر رسالہ ایک سوال کا جواب ہے مگر اس بحر
کی تہہ میں علم و تحقیق کے جو چمکدار موتی ہیں ان کا اعجاز قارئین
کو مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ شائقین فن کی علمی ضیافت کے
لئے حضرت محدث بریلوی نے بہت سے دریائوں کی تہوں میں
غوطہ لگا کر حقیقت حال کا جائزہ لیا ہے تب کہیں جا کر یہ بلند پایہ
رسالہ وجود میں آیا ہے۔ زور بیان، قوت استدلال اور محققانہ
اعجاز لکھنے پوری کتاب کو اصول حدیث کا ”ذوالسرسرۃ
المعارف“ بنا دیا ہے۔ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے
اقوال محدثین اور اصول حدیث کی ۵۷۷ سے زائد کتابوں کا حوالہ
دے کر آپ نے اصول حدیث میں اپنی مہارت کا بھرپور ثبوت
فراہم کیا ہے۔ پیش نظر رسالہ کی فنی حیثیت کا اعجاز و ذیل کے
اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اپنی
ماہہ تاز تصنیف ”صحیح البہاری“ کے مقدمے میں اصول
حدیث کے مختلف النوع مسائل پر محققانہ گفتگو کرنے کے بعد اس
کتاب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”هذا نهر اصغر من البحر الاکبر من بحار
علوم سیدی و شہی نفعنا اللہ بہر کاتہ فی الدنیا و
الآخرة۔“ یعنی مذکورہ مباحث یہ ہمارے شیخ امام احمد رضا قدس
سرد کے بحر عظیم اور دریائے علم و حکمت کی ایک چھوٹی سی نہر
ہے۔ مولانا مظہر الاسلام ازہری کے قلم سے اس کا عربی کا ترجمہ
بھی ہو چکا ہے جو راقم کے پیش نظر ہے۔ اس کے مقدمے میں
جامع ازہر، مصر کے شیعہ حدیث کے استاذ مصلحی محمد ابو عمار لکھتے
ہیں:-

”ومن هؤلاء الائمة الاعلام الامام العلمی

اللہ اکبر کیا عقلی استدلال ہے۔

قوت وضعف کے اعتبار سے مراتب حدیث کی درجہ بندی کرتے ہوئے حضور محدث بریلوی رقم طراز ہیں:

”الصحيح من احوال مراتب الحديث الموضوع من اشرعها مراتبه وما بينهما درجات متعددة مترتبة بالاولى: منها الصحيح الثالثه والثانية منها الصحيح لغيره: منها الحسن لذاته والرابعة: منها الحسن لغيره والخامسة: منها الضعيف المحتمل لدرجة ان تبقى فيه صلاحية الاعتبار... والسادسة: منها الضعيف الذي يكون ضعفه قويا... والسابعة: المظروح الذي رواء وضاع او كذاب او منهم بكذب... الثامنة: الموضوع، اجمع العلماء على ان الموضوع لا ينجبر لقصائه ولا يعتد به في الاحكام ويسقط اعتباره عنه في الفضائل وان اطلاق كلمة ”الحديث“ عليه توسع وتجاوز فانه ليس في الحقيقة حديثا بسبب اعتماده على الكذب والافتراء“ (الحاوال الكاف، ص ۸)

درجہ بدرجہ حدیث کے ان مراتب کو ذکر کرنے کے ساتھ آپ نے ان تمام کے احکام کو بھی بیان فرمایا ہے اور صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ پہلے کی چاروں قسمیں یعنی صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ، یہ سب کی سب لائق استدلال اور قائل حجت ہیں۔ اختلاف روای، سوئے حفظ اور تدلیس کے سبب جو حدیث ضعیف ہوتا بجات اور شواہد میں معتبر ہے اور تعدد طرق سے اس ضعف کی خلافی ہو جائے تو ”صحیح لغیرہ“ کے مرتبہ پر فائز ہو جائے گی اور احکام میں قائل حجت ٹھہرے گی اور اگر اس کے ضعف کی خلافی نہ ہو سکے تو باقی فضائل اور ترغیب و ترہیب میں بہر حال مقبول مانی جائے گی۔

”اذا اطلق النمة الحديث لاصح على حديث فلا يعنى انه غلط وباطل والمايصون الحديث بما لاصحة نظرا لوصوله الى درجة معينة... فان الحديث اذا لم يكن صحيحا يمكن ان يكون حسنا، فان الحديث اقل درجة من الحديث الصحيح.“ (الهاوال الكاف في حكم الضعاف، ص ۶/۷)

امام بدرالدین زکریا، علامہ سیوطی اور علامہ محمد طاہر عثمانی کے حوالے سے حدیث صحیح اور موضوع کے مابین عظیم فرق کو متفق اعجاز میں یوں اہا کر کرتے ہیں۔

”بين قولنا ”لم يصح“ وقولنا ”موضوع“ بون كبير، فان الوضع اثبات الكذب والاختلاق ”لم يصح“ لا يلزم منه اثبات العدمه واتما هو اخراج عن عدم الثبوت.“ (ايضاح، ۱۰)

یعنی کسی حدیث کے متعلق ”لا یصح“ کہہ دینے سے اس متعلقہ حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے یہ تو بعد اشر قین کی حد تک ایک امر عاید ہے۔ کیوں کہ موضوع اس روایت کو کہتے ہیں جس کا کذب اور من گھڑت ہونا ثابت ہو اور ”لا یصح“ سے عدم کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ اس کا مال تو صرف عدم ثبوت کی خبر دیتا ہے۔ اس کے بعد انگوٹھے جوئے کی حدیث کو موضوع بتانے والے مخالفین پر آپ نے بڑا لطیف طعنے لکھا ہے:

”او نسقوا لهؤلاء المعترضين حينئذ لیسوا اولياء فهل يرد بذلك النهم كفار“

یعنی اگر ہم تعقیب ایمانی کی حدیث پر اعتراض کرنے والے معترضین سے کہیں کہ وہ دینی نہیں تو کیا اس قول سے ان کا کافر ہونا مراد لیا جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں تو جس طرح کسی کی ولایت کی نفی سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح صحت حدیث کی نفی سے اس کا موضوع و باطل ہونا ثابت نہیں۔ سبحان

الجهالة من وجوه الطعن ام لا؟ ولا يقول احد من العلماء بوضع الحديث او بطلانه اذا كانت الجهالة في سند الحديث“ (الحا والکاف)

ترجمہ:۔ خلاصہ کلام یہ کہ علماء کے بائین صرف اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا جہالت راوی موجب طعن اور سبب تضعیف ہے یا نہیں؟ بائیں ہمہ کسی بھی محدث نے مجہول راوی کی حدیث کو موضوع یا باطل قرار نہیں دیا ہے۔

ضعیف کی متعدد اقسام پر عدم موضوع کا قول کرنے کے بعد آپ نے ”حدیث موضوع“ کی معرفت کے ۱۵ طریقے بھی بیان کئے ہیں مگر اصول حدیث میں آپ کا یہ نقطہ انتہا نہیں بلکہ آپ کی حدیث دانی کا حال تو یہ ہے کہ خود ارشاد فرماتے ہیں:-

”قدینا هذه الاقسام الخمسة عشرة لالایجاز والتلخیص ونو بسطنا القول فی کل قسم لطال الکلام ونقاصی المرام“ (الحا والکاف، ص ۲۵۸)

ترجمہ:۔ ہم نے بطور اختصار معرفت وضع کے یہ پندرہ طریقے بیان کئے ہیں اگر اس کے ہر ایک جز کی توضیح و تفصیل پر ہم اتر آئیں تو بات طویل ہو جائے گی اور مقصد سے دور ہٹ جائیں گے۔ علمی تحریر اور فنی مہارت اس کا نام ہے۔

آج برصغیر ہند و پاک سمیت مختلف بلا و اسلامیہ میں وہابی و دیوبندی اور اپنے آپ کو علم حدیث کا اسپیشلسٹ کہنے والا غیر مقلد طبقہ ایسا بھی ہے جو بات بات پر شرک و بدعت اور ضعیف حدیث کی رٹ لگاتا ہے اور یہ لوگ بہت سے معمولات اہلسنت کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ تمام معمولات ضعیف احادیث سے ثابت ہیں۔ انبیاء و اولیاء کے فضائل و مناقب کی احادیث سنتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے دلائل و شواہد کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ضعیف احادیث، فضائل اعمال میں بالاتفاق علماء مقبول و معتبر ہیں اور عقل و نقل سے اس مسئلہ کا ثبوت ثبوت

فقیہ روای اور اس کے متروک ہونے کے سبب جس حدیث میں شدید ضعف ہو تو یہ قسم باب احکام میں ناقابل تسلیم ہے۔ البتہ باب فضائل میں مقبول ہے۔ اور حدیث مطروح جو ضار، کذاب اور مہتمم بالکذب راوی سے مروی ہو تو یہ قسم موضوع حکمی میں داخل ہے اور موضوع کا حکم یہ ہے کہ تعدد طرق سے نہ اس کی تطانی ہو سکتی ہے اور نہ فضائل و احکام کے باب میں اس کا کوئی اعتبار ہے اس کو بطور مجاز حدیث کہہ دیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ حدیث نہیں بلکہ من گھڑت روایت ہے۔ (الحا والکاف، ص ۸۶)۔

حدیث مجہول پر کلام کرتے ہوئے آپ نے دلائل و شواہد کی روشنی میں صراحت کی ہے مجہول صرف ضعیف ہے اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔ اس کے بعد آپ نے حدیث مجہول کی تین قسمیں بیان کی ہیں، اور اس کے رد و قبول میں اقوال محدثین کی نشان دہی بھی فرمائی ہے۔

(۱) **مستور:** کہ جس کے رواد کی ظاہری عدالت معلوم اور باطنی کیفیت مجہول ہو۔ صحیح مسلم شریف میں ان اوصاف سے متصف راویوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔

(۲) **مجهول العین:** جو صرف ایک راوی سے مروی ہو، یہی قسم مختلف اور محل نزاع ہے۔

(۳) **مجهول الحال:** کہ جس کے راویوں کی ظاہری و باطنی عدالت پر وہ اتفاق میں ہو۔

پہلی قسم (مستور الحال) جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے اور یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی موقف ہے باقی آخری و دونوں قسمیں (مجہول العین و مجہول الحال) یہ بعض محدثین کے نزدیک قابل حجت ہیں جب کہ جمہور محدثین ان دونوں حدیثوں کو ضعیف مانتے ہیں۔ ان تمام تفصیلات کو قلم بند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

”مجممل القول ان العلماء اختلفوا اهل

ناقابل اعتبار گردانتے ہیں۔ حالانکہ اہل علم اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کسی حدیث کے بارے میں علامہ ابن جوزی وغیرہ کے موضوع کہہ دینے سے وہ حدیث نفس الامر میں سچ و موضوع یا ضعیف نہیں ہو جایا کرتی۔ حافظ ابن کثیر ارقام فرماتے ہیں:-

”وقد صنف الشيخ ابو الفرج بن الجوزي كتابا حافلا في الموضوعات، غير ان ادخل فيه ما ليس منه وعصر ج عنه ما كان يلزم ذكره فسقط عليه ولم يهتد اليه“ (اختصار علوم الحديث العربي، ص ۲۶، دار التراث، القاهرة، بمصر)

حدیث موضوع پر محدثانہ گفتگو کرتے ہوئے آپ نے ابن جوزی کا بھرپور تعاقب کیا ہے اور تفصیل سے لکھا ہے کہ موضوعات کے سلسلے میں جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم وہ ہے جس میں صرف موضوعات کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ مثلاً موضوعات ابن جوزی، الباطل جوزقانی اور موضوعات صفائی۔ تو ان کتابوں میں احادیث کو ذکر کر دینا یہ عندالاصح ان کے موضوع ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن نفس الامر میں اس سے متعلقہ احادیث کا عدم صحت ثابت نہیں ہوتا، چہ جائے کہ ان کے ضعف یا سقوط یا پھر ان کے بطلان اور مولوگ ہونے کا قول کیا جائے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس کی تصنیف کا مقصد موضوعات کا احاطہ کرنا نہیں بلکہ دوسروں کی طرف سے احادیث پر لگائے گئے علم وضع کی تحقیق و تفتیش ہے۔ مثلاً امام سیوطی کی ”اللاسی المصنوعة“

علامہ ابن جوزی نے صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی و ابن ماجہ) سمیت مسند امام احمد بن حنبل کی ۸۴ احادیث کو موضوع

فرائم ہوتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:-

”دع اقوال العلماء وخذ حديث النبي صلى الله عليه وسلم فان هناك مرويات كثيرة تنقيد العمل بالضعيف في مثل هذا المقام....“

قال النبي صلى الله عليه وسلم من بلغه عن الله عز وجل شئني فيه فضيلة فاخذ به ايمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله تعالى ذلك وان لم يكن كذا لك“ (الماواكاف، ص ۴۲)

یعنی اقوال محدثین سے قطع نظر صرف فرمان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نظر کی جائے تو بہت سی ایسی روایات مل جائیں گی جن سے فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کا مقبول ہونا ثابت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس کے پاس فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب سے متعلق اللہ عز و جل کا کوئی حکم پہنچے اور حصول ثواب کی غرض سے اس پر ایمان لاتے ہوئے عمل کرے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس عمل کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا خواہ وہ حدیث مجھ سے مروی ہو یا نہ ہو۔

عقل و وجدان کی روشنی میں ضعاف کے مقبول ہونے پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

”ان الحديث الضعيف بعين في مثل هذا المقام ولا معنى لضعفه وان كان في سنده خلل كثير مادام لم يتحقق الوضع والبطلان فان الكذب قد يصدق وربما روى الحديث صحيحا“ (الماواكاف، ص ۴۲)

بزرگ خویش مدعیان علوم حدیث (غیر مقلد) کے علمی افلاس کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی حدیث کے بارے میں انہیں شک مل جائے کہ ظاہر محدث نے اس کو ضعیف یا موضوع کہا ہے تو محض اس بنیاد پر زیر بحث حدیث کو یہ حضرات موضوع اور

چند نمونے تھے، ورنہ پوری کتاب میں آپ نے اصول حدیث کے اہم مسائل اور بنیادی اصول کو محدثانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ مطالعہ کرنے والا جھوم اٹھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر مقلد کتب فکر کی جانب سے مسائل حدیث میں مغلطہ اور فتنی ظہان میں ڈال دینے والے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث و اصول حدیث کا عالم بنائے۔ آمین۔ بھگر یہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔

نوٹ :- یہ مذکورہ بالا مضمون غیر مقلدین کے ساتھ ان لوگوں کے لئے تازیانہ ہے جنہوں نے غیر مقلدین کے اتباع میں ان احادیث کو یہ کہہ بارے میں موضوع کی رٹ لگائی ہے جو امت میں اکابر ائمہ و علماء سے متواتر چلی آ رہی ہیں ایک رسالہ نے اسی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اس رسالہ نے فتنی آوارگی و موودی اور عامر عثمانی اور وحید الدین خاں سے مستعار لیا ہے اسکا مقصد اہل سنت میں پھوٹ ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔

..... ہجری

قرار دیا ہے۔ اس پر امام احمد رضا قدس سرہ، لیکن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:-

”فانظر کم تشدد ابن الحوزی فی حکم الوضع حتی ادخل احادیث البخاری و مسلم فی الموضوعات فما بال الکتاب الاخری“ (ایضاً، ص ۸۵)

یعنی احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی نے نہایت جھٹ اور تشدد سے کام لیا ہے۔ جب بخاری و مسلم کی احادیث کو نہیں چھوڑا تو پھر دوسری کتابوں کی حدیث کے بارے میں ان کا کیا پوچھا۔

حدیث سے ثابت ہونے والے امور یعنی عقائد، احکام اور فضائل و مناقب کے بارے میں آپ نے بڑی قیمتی باتیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”وہی عقائد کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ثبوت حدیث متواتر یا مشہور سے ہو۔ احکام کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ثبوت ”صحیح لہذا“ یا ”صحیح لغيرہ“ یا ”بمجر“ ”حسن لہذا“ یا ”کم از کم ثبوت احکام کے لئے“ ”حسن لغيرہ“ کا ہونا ضروری ہے۔ باقی رہے فضائل و مناقب تو ان کے لئے ضعیف احادیث ہی کافی ہیں۔ (الحاد الکاف، ص ۳۶)

حدیث ضعیف کی تقویت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے یہ افادات بھی رقم فرمائے ہیں کہ اہل علم کے لئے علم اور کشف و تجربہ سے بھی حدیث ضعیف کو تقویت مل جاتی ہے۔

یہ تو اصول حدیث میں امام احمد رضا کی مہارت کے

مسلك اعلیٰ حضرت

ماضی اور حال کے علماء و مفکرین کی نظر میں

مولانا عبدالملک مصباحی

ماضی قریب میں ہندوستان کی سرزمین طاغوتی لوگوں کے ہتھکنڈے میں بکڑی ہوئی تھی۔ انگریزی اقتدار مسلمانوں کی بساط سیاست کے علاوہ ایمان و یقین کی لہلہاتی ہوئی فصلوں کو بھی تباہ و برباد کر دینا چاہتا تھا اور اس پہلو پر اس کے عملی اقدامات بھی شروع ہو گئے تھے۔ جو شانِ اہلبیت اور عظمتِ رسالت پر شب خون مارنے میں مصروف تھی اور اسلامی معتقدات کا چہرہ مسخ کرنے پر تلی ہوئی تھی، مختصر یہ کہ خود غرض، باعقبت اندیش اور حکم پرورد کی سید کاروں کی سید کاریوں سے ایمان کی شمع فروزاں چراغِ محری کی طرح ٹھنڈا لگی تھی۔ ایسے ست خیز اور پختہ دور میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۱۰ ارشاد، الکفر ۱۲۷ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی کی دھرتی پر امام احمد رضا قادری، برکاتی کو پیدا فرمایا جنہوں نے صرف چودہ سال کی نوجواری میں مسندِ قیام پر رونق افروز ہو کر بڑے بڑے اصحابِ فضل و کمال کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔

کسی بھی حق پرست اور دیانت دار شخص کو اس حقیقت کے اعتراف میں شبہات کا شکار نہیں ہوتا چاہئے کہ آج برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں کے دلوں میں بالخصوص اور مسلمان یورپ و ایشیاء کے دلوں میں بالعموم ایمان و عقیدے کی جدوجہد گراںمہیا اور مشتق رسول کا پیش بہاسر مایہ نظر آ رہا ہے وہ صدقہ ہے بریلی کے اسی پورے شخص

برصغیر ہند و پاک میں اہلسنت و جماعت کا چہرہ جو کلفت اور تروتازہ و کھائی دیتا ہے یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی سر فروشانہ اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ انہیں خدائے قادر و قیوم نے بے پناہ خصوصیات سے نوازا تھا۔ ہدیہ تحقیق کی روشنی میں دوسرے زائد علوم و فنون میں انہیں امامت کا درجہ حاصل تھا اور ہر فن میں ان کی تصانیف موجود ہیں۔ ان کے زمانے میں اسلامی اقتدار و روایات کے خلاف جو طوفان اٹھا تھا اگر بروقت وہ میدانِ فکر و عمل میں نہ اترتے جماعتِ اہلسنت کا شیرازہ منتشر ہو جاتا۔ ان کی بے پناہ قربانیوں کو دیکھ کر اس زمانے کے مشاہیر علماء اور مشائخ نے اتفاق رائے سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اصطلاح رائج کی اور یہ بتایا کہ جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پیروکار ہوگا اسی کو سنی صحیح العقیدہ سمجھا جائے گا۔ لیکن چند سالوں سے بعض افراد مشرقی تعصب سے جماعتِ اہلسنت کی تعبیر مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ناک بھڑوں چڑھاتے ہیں اور سید سے سادے عوام میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض افراد تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ ایک نئے مکتب فکر کے بانی تھے جب کہ وہ تاحیات مقلد ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں گزار دی۔ ذیل میں اس کی مختصر تشریح پیش کی جاتی ہے۔

کسی طرح شان رسالت میں تحقیق یا اسلام کی بنیادی باتوں میں
وانتہ تحریف کے شکار ہوئے مگر اس کے باوجود دعویٰ مسلمانان زبان پر
جاری رہا۔ اس ظاہری مشابہت کی بنا پر علماء اہلسنت نے ان کی فکری
بے راہ روی اور مسلک حق سے گریز کی جانب زبردہ دھیان دیا اور
خوب خوب واضح کرویا لیکن عوام کے لئے ایسی شناخت جو آسان بھی ہو
اور مختصر بھی۔ مسلک اخصرت کے سیوا کچھ نہیں۔ اس لئے اسے فروغ
حاصل ہوا اور حندہ ہندوستان میں اہل حق کا امتیازی نشان ظہر ادا رابیا
ہوتا آیا ہے کہ حق کی بشارت تائید کی وجہ سے کسی فرد کی محبت والہنگی کو
نشان قرار دے دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اعتراض
درخصیہ اور خارجیت پھیلی تو آپ سے اہل سنت کی علامت پوچھی
گئی۔ آپ نے اس کی آسان شناخت یہ بتائی ”مفضل الشیخین
وحب الختین والمسع علی الحفین“ یعنی سیدنا صدیق اکبر
وسیدنا رواق اعظم رضی اللہ عنہما کو سیدنا عثمان غنی اور سیدنا مولیٰ علی رضی
اللہ عنہما سے افضل مانا۔ یہ رافضیوں سے احترا تھا وہ فضیلت مولیٰ
کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے قائل تھے اور حضور ﷺ کے
دلوں والادوں سیدنا عثمان ذوالنورین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے
محبت رکھنا۔ یہ ناصیوں، خارجہ جیوں سے امتیاز تھا کہ یہ دونوں ان
حضرات سے بغض رکھنے میں مشہور تھے اور چمڑے کے موزوں پر سچ کا
جائز کھانا یہ معتزلہ سے ممتاز کرتا تھا کہ وہ ”مسح علی
الحفین“ کو ناجائز کہتے تھے۔ دور اکبری میں ”تحریک احیائے
دین“ اکبر کے ”دین الہی“ کے مقابلے میں دین حق کی علامت بھی
جانی تھی۔ اسی طرح جب غیر مقلدین کا رواج ہوا تو ائمہ اربعہ سے
والہنگی کو حقانیت کی علامت قرار دیا گیا۔ لہذا حق، شافعی، مالکی، حنبلی
ہوئی سنی ہونے کی نشانی ٹھہری اور ان سے علیحدگی گمراہی کی

درویش کا جس نے باوقاف کی تیز و تند اندھیوں میں حق و صداقت کا
چراغ جلانے رکھا۔

چہار سمت سے گھیرا ہے تیز آندھی نے
اور اک چراغ کی لو پھر بھی جلتی رہتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ آج اہل ایمان کے قافلہ سالاروں نے ان کی
فکر و نظر اور دعوت و تبلیغ کو عطاء و انکار کا صحیح حافظہ کا صحیح تسلیم کر لیا ہے اور
علم و ایمان کی روشنی میں اپنے حقیقت افروز فکری تاثرات کو سپردِ حق اس
کر کے اس پر ہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

آئیے سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اصطلاح کیوں
راج ہوئی ہوئی؟ پھر یہ دیکھیں گے کہ اخصرت قدس سرہ العزیز نے
کون سی فکری پیش کی؟

ہندوستان میں دیوبندیہ کی اشاعت کے بعد سنی دیوبندی
میں بظاہر کوئی امتیاز نہ رہا کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے اور لکھتے
تھے۔ ان کے ائمہ عبادت میں شیعہ یا غیر مقلدوں کی طرح سینوں
سے کوئی فرق نہ تھا۔ اس لیے عوام اہل سنت کے لیے یہ اصطلاح رائج
ہوئی تاکہ لوگ بیک بیک جان لیں کہ جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی
حقیقتات کو بسر و چشم قبول کرتا ہو وہ حنفی اور اعلیٰ سنی ہے اور جو ان سے
اسوئی اختلاف رکھتا ہو وہ اگرچہ خود کو سنی کہے مگر وہ سنی نہیں۔

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

”لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین زیادہ
خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے۔ ان
لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہین کیں کہ کوئی
کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کر سکتا مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بننے ہیں
اور اسلام کے اسکے ٹھیکیدار۔“ (جاوہر الحق، ص: ۵)

یوں ہی اور بھی دیگر فرقہ و مذاہب ہیں جن کے پیشوا سنی